سید عزیز الرحمٰن

فصاحت و بلاغت نبوی □

فصاحت و بلاغت

جب ہم فصاحت و بلاغت کو اکٹھے استعمال کرتے ہیں تو یہ دونوں باہم مترادف بھی بولے جاتے ہیں، لیکن فنی اور لغوی اعتبار سے دونوں کی تعریفیں الگ الگ کی گئی ہیں۔ پھر علاقے اور زمانے کے فرق سے ان کے اطلاقات و اعتبارات میں بھی فرق ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے اہم اقوال پیش کئے جاتے ہیں، تا کہ اصل مراد اور صحیح تعریف واضح ہو سکے۔

بلاغت کے لغوی معنی تو وصول و انتہا کے ہیں، کہا جاتا ہے **بلغ فلان مراده**، جب کسی شخص کو اس کا مقصود حاصل ہو جائے اور **بلغ الراكب المدينة** جب کوئی سوار کسی شہر میں پہنچ جائے۔(۱) اور اصطلاح میں بلاغت کلام کی بھی صفت ہے اور متکلم کی بھی۔

بلاغت کلام یہ ہے کہ الفاظ کے مفردات اور پورا جملہ فصاحت کی شرائط کے مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ مقتضیٰ حال کے بھی مطابق ہو(۲)

اور بلاغت متکلم اس ملکے کو کہتے ہیں جس سے انسان ایسا بلیغ جملہ کہنے پر قدرت رکھتا ہے جو فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ مقتضائے حال کے بھی مطابق ہو۔(۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معاصر اور حکیم العرب اکثم بن صیفی جو خود بھی عرب کا ایک بڑا خطیب تھا بلاغت کی تعریف اس طرح کرتا ہے:

دنو المأخذ وقرع الحجة وقليل من كثير (۴)

الفاظ کا ماخذ قریب الفہم ہو، اسلوب بیان انتہائی موثر اور مختصر الفاظ کثیر معنی کو ظاہر کریں۔

ایک اور معروف خطیب محمد بن عبید بلاغت کی تعریف اس طرح کرتا ہے:

تخير اللفظ في حسن الافهام .... تقرير حجة الله في عقول المكلفين و تخفيف المؤنة على المستعين و تزيين تلك المعاني في قلوب المريدين بالالفاظ المستحسنة في الآذان، المقبولة عند الاذهان، رغبة في سرعة استجابتهم ونفي الشواغل عن قلوبهم بالموعظة الحسنة على الكتاب والسنة (۵)

حسن تفہیم کے لئے منتخب الفاظ کا استعمال اور مکلّف بندوں کے ذہنوں میں اللہ کی حجت کو پیوست کرنا اور سننے والوں کی ذمے داری میں کمی کرنا اور تائید کرنے والوں کے قلوب میں ان معانی کو ایسے الفاظ سے مزین کرنا جو سماعتوں کو بھلے لگیں اور ذہنوں کے لئے قابل قبول ہوں، جن سے کتاب و سنت کی بنیاد پر موعظۂ حسنہ کے ذریعے انہیں قبول کرنے پر آمادہ کرنا اور ان کے دلوں کو مشغول رکھنے والی باتوں کو ان سے نابود کرنا مقصود ہو۔

اور امام ادب اصمعی بلیغ آدمی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

البليغ من طبق المفصل واغناك عن المفسر (۶)

بلیغ وہ شخص ہوتا ہے جو بات کو کھول کر پیش کرے اور سامع کو مزید کسی وضاحت سے بے نیاز کر دے۔

جاحظ نے اہل فارس، اہل یونان، اہل روم اور اہل ہند کے ہاں بلاغت کے مفہوم کے بارے میں مختلف اقوال بھی نقل کئے ہیں، جن سے مختلف اقوام وملل کے ہاں مفہوم بلاغت کے تقابلی مطالعے میں سہولت ہوتی ہے، چنانچہ جاحظ کے بقول اہل فارس کے ہاں بلاغت کا مفہوم ہے۔

معرفة الفصل من الوصل (۷)

فصل ووصل کے مواقع کی آگہی (کا نام بلاغت ہے)

یونانیوں کے نزدیک:

تصحيح الاقسام و اختيار الكلام (۸)

بیان کی تقسیم کا درست ہونا اور کلام کا ناپا تلا ہونا۔

رومیوں کے ہاں:

حسن الاقتضاب عند البداهة، والغزارة يوم الاطالة (۹)

فی البدیہہ بولنے کے موقع پر حسن اختصار سے کام لینا اور طوالت کلام کے موقع پر ذہنی زرخیزی (کا نام بلاغت ہے)

اہل ہند کے نزدیک:

وضوح الدلالة وانتهاز الفرصة وحسن الاشارة (۱۰)

واضح استدلال، موقع شناسی اور حسن اشارہ (کو بلاغت کہتے ہیں)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحار بن عیاش العبدی سے پوچھا کہ بلاغت کس کو کہتے ہیں، اس نے جواب دیا:

ان تجيب فلاتبطيء وتقول فلاتخطيء (۱۱)

جب تم جواب دو تو سستی نہ کرو اور جب کلام کرو تو غلطی نہ کرو۔

ڈاکٹر توفیق الواعی بعض سلف سے یہ تعریف نقل کرتے ہیں:

هي ان تساوى فيها اللفظ والمعنى، فلايكون اللفظ اسبق الى القلب من المعنىٰ ولا المعنى اسبق الى القلب من اللفظ (۱۲)

بلاغت سے مراد کلام میں لفظ و معنی کا برابر ہونا ہے، ایسے انداز سے کہ نہ تو لفظ قلب و ذہن کی طرف معنی سے سبقت کریں نہ معنی لفظ سے سبقت کریں۔ (بلکہ دونوں اکٹھے ذہن میں آ ئیں)

جب کہ فصاحت کا لغوی اعتبار سے بہت سے معانی پر اطلاق ہوتا ہے، مثلاً بیان اور ظہور وغیرہ، چنانچہ قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ کا قول ہے وَاَخِیْ ھٰرُوْنُ ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ (۱۳) یہاں افصح سے ابین مراد ہے، اسی طرح کہا جاتا ہے افصح الصبی جب بچہ بولنے لگے (۱۴)

اور اصطلاح میں فصاحت کی یہ تعریف کی گئی ہے:

عبارة عن اللفظ البينة الظاهرة المتبادرة الى الفهم، والمانوسة الاستعمال بين الكتاب والشعراء لمكان حسنها (۱۵)

فصاحت اصل میں کلمہ، کلام اور متکلم تینوں کی صفت ہے، اور تینوں کے لئے اس کا مفہوم مختلف ہے۔

کلمے کی فصاحت یہ ہے کہ وہ ان چار عیوب سے پاک ہو،

۱۔ تنافر حروف: یعنی کلمے میں ایسے حروف ہوں، جو سماعت پر گراں گزریں،

۲۔ غرابت استعمال: یعنی کلمہ جس معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے وہ عام طور پر اس سے مراد نہ لئے جاتے ہوں، اور اہل عرب ان معنی میں کلمہ استعمال نہ کرتے ہوں،

۳۔ مخالفت قیاس: کلمہ عربی قواعد کے خلاف استعمال کیا جائے،

۴۔ کراہت فی السمع: کلمہ ایسا ہو جو طبع سلیم کی سماعت پر گراں گذرے، (۱۶)

ان چاروں عیوب سے پاک کلمہ فصیح کہلاتا ہے۔

اور فصاحت کلام یہ ہے کہ کلام کلمے کی فصاحت کے ساتھ ساتھ ان چھ عیوب سے پاک ہو۔

۱۔ تنافر کلمات مجتمعہ: یعنی ہر کلمہ اپنی اپنی جگہ تنافر سے پاک ہونے کے باوجود چند کلمے مل کر ایسی صورت پیش آ جائے جو سماعتوں پر گراں ہو،

۲۔ ضعف تالیف: یعنی کلام قواعد نحوی کے خلاف ترتیب دیا گیا ہو،

۳۔ تعقید لفظی: کلام کی ترتیب ایسی ہو کہ بولنے والے کی مراد واضح نہ ہو، اور ایسا اس وجہ سے ہو کہ کلمات میں غیر ضروری فاصلہ ہو، یا ان میں تقدم و تاخر ہو،

۴۔ تعقید معنوی: جملے کی ترکیب ایسی ہو کہ جس سے اس کی معنی مرادی پر دلالت خفی ہو، اور ذہن آسانی سے ان معانی کی جانب منتقل نہ ہو سکے،

۵۔ کثرت تکرار: غیر ضروری طور پر ایک لفظ کو کلام میں بار بار لایا جائے،

۶۔ تتابع اضافات: جملے میں اضافتیں اتنی زیادہ ہوں کہ پورے جملے کے مفہوم کو سمجھنے میں دشواری پیش آئے (۱۷) ان چھ عیوب سے پاک کلام کو فصیح کہا جاتا ہے۔

جب کہ فصاحت متکلم کی تعریف یہ کی گئی ہے:

فصاحت المتکلم عبارة عن الملکة التی یقتدر بها صاحبها علی التعبیر عن المقصود بکلام فصیح فی ای غرض کان (۱۸)

Alsera

فصاحتِ متکلم ایسے ملکے کو کہتے ہیں جس سے متکلم اپنے مافی الضمیر کو فصیح کلام کے ذریعے بیان کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

فصاحت و بلاغت میں فرق یہ ہے کہ فصاحت لفظ کا وصف ہے، جب کہ بلاغت الفاظ مع المعانی کا وصف ہے، اس بنا پر ایسا لفظ جو محض ایک ہی معنی پر دلالت کرتا ہو (اور زائد فوائد پر مشتمل نہ ہو) اور اس سے بہتر لفظ کلامِ عرب میں موجود و متداول بھی ہو وہ بلیغ نہیں کہلا سکتا، اگر چہ وہ فصیح ہو سکتا ہے، اس بنا پر ہر بلیغ کلام فصیح ضرور ہوگا، لیکن ہر فصیح کلام ضروری نہیں کہ بلیغ بھی ہو (۱۹)

بلاغت کے بارے میں کلام کرتے ہوئے اکثر حضرات نے دونوں کو الگ الگ بیان کیا ہے، لیکن بعض حضرات اسے مترادف کے طور پر ذکر کرتے ہیں اور دونوں کا ایک ہی مفہوم بیان کرتے ہیں، چنانچہ ڈاکٹر بدوی طبانہ کا بھی یہی خیال ہے وہ فصاحت و بلاغت کا ایک مفہوم بیان کرتے ہیں اور دونوں میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ (۲۰) اسی طرح ڈاکٹر شیخ امین بکری کی بھی یہی رائے ہے جسے انہوں نے **البلاغة هي الفصاحة** کے عنوان کے تحت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (۲۱) چنانچہ ایک محقق کے الفاظ میں:

> علما کی ایک کثیر جماعت نے بلاغت و فصاحت کے مابین کوئی فرق نہیں کیا اور ان کی رائے میں دونوں الفاظ ایک ہی مقصود پر دلالت کرتے ہیں، سو مافی الضمیر کو (عمدہ اسلوب میں دوسروں تک) پہنچانا ہی فصاحت ہے۔ (۲۲)

کلام فصیح کو فصیح کہنے کی وجہ یہی ہے کہ یہ مقصود پر عمدہ انداز سے دلالت کرتا ہے، اور کسی ابہام اور شائبہ اغماض کے بغیر مافی الضمیر کو مخاطب پر واضح کر دیتا ہے، جسے سمجھنے میں مخاطب کو کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ (۲۳)

فصاحت نبوی □

رسول اکرم □ کے کلام میں فصاحت و بلاغت کی خوبیاں حد درجہ تنوع رکھتی ہیں، خواہ طویل جملے ہوں یا مختصر، خطبات ہوں یا مکاتیب، ادعیہ ہوں یا روز مرہ کی گفتگو، سوال و جواب ہوں یا مسلسل بیان، کلام نبوی کی بے مثال جزالت و سلاست، نظم الفاظ، حسن ترکیب یہ سب ہی ایسی خوبیاں ہیں جن کی نظیر بلا مبالغہ کسی دوسرے بشر کے ہاں موجود نہیں، نہ کسی اور کا کلام کلام نبوی کا حریف و مثیل ہو سکتا ہے، نبیٔ امی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی گوناگوں خوبیوں کا بیان کرتے ہوئے قاضی عیاض نے بالکل درست لکھا ہے۔

o\Alsera

رسول اکرم □ فصاحت زبان اور بلاغت کلام میں ایسے بلند مقام اور اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے جہاں سلاست طبع، فصاحتِ کاملہ، ایجاز، موزوں الفاظ کا انتخاب، جزالت کلام، صحت معانی اور قلت تکلف، کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم بھی عطا کئے گئے تھے اور نادر حکمتوں کے ساتھ آپ مخصوص کئے گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرب کی تمام (مختلف) زبانیں سکھا دی تھیں، اور آپ ہر قوم سے اسی کی زبان میں خطاب فرماتے تھے اور اسی قبیلے کے محاورے میں گفتگو فرماتے تھے، یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام کسی اور موقع پر آپ سے اس کلام کی شرح دریافت فرماتے اور آپ کے ارشادگرامی کی توضیح کے خواستگار ہوتے، جس نے آپ کی احادیث و سیرت میں غور و فکر کیا ہے، اس پر یہ بات واضح ہوگئی ہے اور یہ حقیقت سامنے آگئی ہے، آپ کا کلام جیسا قریش، انصار، اہل حجاز و اہل نجد کے ساتھ ہوتا تھا ویسا انداز کلام اس وقت نہیں ہوتا تھا جب آپ ذی المشعار ہمدانی، طہفۃ النہدی، قطن بن حارثہ، اشعث بن قیس اور وائل بن الحجر الکندی سے گفتگو کے وقت اختیار فرماتے تھے جو حضر موت اور یمن کے رؤسا اور امرا میں سے تھے۔ (۲۴)

فصاحت نبوی □ کے ترکیبی عناصر:

رسول اکرم □ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ حکم تھا:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ط وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ (۲۵)

اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے رب کی جانب سے جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیجئے اور اگر آپ □ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ □ نے اس کے پیغام کو کچھ بھی نہ پہنچایا۔

اور پھر آداب تبلیغ بتاتے ہوئے یہ حکم فرمایا:

وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِيٓ أَنفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيغًا ○ (۲۶)

اور انہیں نصیحت کیجئے اور ایسی بات کیجئے جو ان کے دلوں میں اتر جائے۔

چنانچہ فصاحت و بلاغت نبوت کے مقاصد کا حصہ ہے، پھر آپ □ جس قوم میں مبعوث ہوئے وہاں فصاحت و بلاغت کی جو اہمیت تھی وہ سطور بالا میں بیان ہو چکی، جاحظ ہی کا قول ہے :

والذین بعث فیھم اکثر مایعتملون علیه البیان واللسان (۲۷)

رسول □ ایک ایسی قوم میں مبعوث ہوئے تھے جن کے ہاں معیار کمال ہی قوت بیان اور فصاحت لسان تھی۔

اس ماحول میں آپ □ نے نہ صرف یہ کہ اپنی رسالت اور ختم نبوت کا اعلان کیا، بلکہ اپنا دائمی سچا اور ابدی معجزہ قرآن حکیم پیش کیا جس کا یہ چیلنج صدیوں سے اپنی صداقت منوا رہا ہے کہ:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ‌ص وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَO (۲۸)

اور اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہے، جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے، تو تم اس جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور اللہ کے سوا تم اپنے تمام حمایتیوں کو (اپنی مدد کے لئے) بلا لو اگر تم صداقت رکھتے ہو۔

اور قرآن نے صرف یہ دعویٰ ہی نہیں کیا، اس سے بڑھ کر یہ پیش گوئی بھی فرما دی کہ:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًاO (۲۹)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن مل کر بھی اس قرآن کی مانند لانا چاہیں تب بھی اس جیسا نہیں لا سکتے، خواہ وہ ایک دوسرے کی (کتنی ہی) مدد کیوں نہ کریں۔

اور اس دعوے کے بعد گزر جانے والی چودہ صدیاں اس دعوے کی حقیقت، عظمت اور صداقت کی شاہد ہیں، اس کے علاوہ خود آپ □ کا اپنا کلام بھی آپ کی نبوت کی دلیل اور رسالت کی سند تھا، کہ وہ کلام بھی سراسر وحی تھا قرآن ہی کہتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىO (۳۰)

اور آپ خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتے، یہ تو سراسر وحی ہے جو آپ پر کی جاتی ہے۔

اس ماحول اور فضا میں آپ کا کلام اگر فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے محض اہل عرب کے ہم پلہ بھی ہوتا اور ان پر فائق حیثیت کا حامل نہ ہوتا تو وہ معترضین جنہوں نے آپ□ کی راہ میں ہر طرح رکاوٹیں کھڑی کرنے کی سعی لاحاصل کی کبھی خاموش نہ رہ سکتے تھے، جاحظ کا استدلال یہی ہے، وہ کہتا ہے:

> آپ□ کے دشمنوں میں سے کسی کو آپ کی فصاحت و بلاغت میں کسی قسم کا عجز یا عیب نظر نہیں آیا تھا، اگر کوئی ایسی بات دیکھنے یا سننے میں آئی ہوتی تو وہ لوگ مجالس میں اسے بطور دلیل پیش کرتے اور اپنی خلوت گاہوں میں اس کے متعلق سرگوشیاں کرتے، اس سلسلے میں ان کے خطیب بات کرتے یا ان کے شعرا اس کا تذکرہ کیے بغیر نہ رہتے، کیونکہ دنیا کو معلوم تھا کہ آنحضرت□ کے دشمنوں میں خطیب بھی بکثرت تھے اور ان کے شعرا تو ایسی باتوں میں بہت تیزی دکھایا کرتے تھے۔(۳۱)

سچی بات یہ ہے کہ غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس استدلال میں بہت سے نکات پوشیدہ ہیں، امی ہونے کے باوجود فصاحت و بلاغت کے جملہ اوصاف، لوازم و محاسن آپ□ کی فطرت میں نہایت جامعیت اور کمال کے ساتھ نظر آتے ہیں، جو عطیۂ الٰہی سے ہی ممکن تھا، لیکن اس کے پس منظر میں متعدد عناصر کارفرما تھے، ذیل میں انہی عناصر کے حوالے سے چند نکات پیش کیے جاتے ہیں۔

عطیہ الٰہی:

آنحضرت□ کی فصاحت و بلاغت کے ترکیبی عناصر میں سب سے زیادہ اہمیت جس چیز کو حاصل ہے وہ عطیۂ الٰہی ہے، سنت اللہ یونہی جاری ہے کہ جس شخص سے جو کام لینا ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اس کام کی صلاحیت عطا فرما دیتا ہے، انبیائے سابقین کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ ہر ایک کو اس کے ماحول اور ضرورت کے مطابق صلاحیتیں اور معجزات عطا ہوئے، آپ□ کے لئے جس چیز کی سب سے زیادہ اہمیت تھی وہ اہل عرب کی زبان دانی اور اس پر ان کا حد سے بڑھا ہوا اعتماد تھا، اس کے لئے قرآن حکیم جیسا بے مثل و بے بدل معجزہ عطا ہوا، جس کا اعجاز الفاظ و زبان کا ہی نہیں، انداز و اسلوب کا بھی ہے، مضامین و موضوعات کا بھی پھر خود آنحضرت□ کو ایسا کلام، ایسا اسلوب، ایسا تکلم عطا کیا گیا جو دوسروں

Alsera

کے لئے مثال بن گیا، اس امر کا اشارہ بھی خود نبی امی ﷺ کے کلام میں ملتا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک بار عرض کیا:

لقد طفت فی العرب وسمعت فصحاء هم فما سمعت افصح منک فمن ادبک؟

میں عرب میں بہت گھوما پھرا ہوں اور میں نے ان کے بہت سے فصحاء کو سنا ہے، مگر میں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی فصیح کو نہیں سنا، سو آپ کو کس نے اس کی تعلیم دی؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

ربی، و نشأت فی بنی سعد (۴۲)

میرے رب نے مجھے تعلیم دی اور میں نے بنی سعد میں پرورش پائی ہے۔

اور دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ادبنی ربی فاحسن تادیبی (۴۳)

مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہت خوب ادب سکھایا۔

جبکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سوال کیا:

یا رسول اللہ، مالک افصحنا و لم تخرج من بین اظهرنا

اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہم سے کس طرح زیادہ فصاحت رکھتے ہیں، جبکہ آپ ہمارے سامنے ہی رہے، کبھی باہر تک نہیں گئے۔

آپ نے فرمایا:

کانت لغة اسماعیل قد درست فجاء بها جبریل فحفظتها (۴۴)

اسماعیل کی زبان مٹ چکی تھی سو اسے جبرئیل میرے پاس لائے تو میں نے اسے یاد کرلیا۔

یہ بھی اس امر کی بین دلیل ہے کہ خود خالق کائنات نے آپ ﷺ کو فصاحت و بلاغت کے جملہ لوازم، محاسن اور اوصاف سے آراستہ کیا تھا اور قدرت کا یہ عطیہ آپ کی فطرت کا حصہ تھا، یہ کمال ازل

Alsera

سے آپ کی فطرت میں ودیعت کردیا گیا تھا،اس لئے کوئی اوراس کے قریب بھی کیسے اور کیوں کر پہنچ سکتا تھا

قرآن کریم کے اثرات:

نبی اکرم □ کی خطابت، فصاحت اور بلاغت کا ایک اہم سبب قرآن حکیم ہے قرآن حکیم کے کلام الٰہی ہونے میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اور رہی اس کی فصاحت و بلاغت تو وہ بھی اہل زبان کے ہاں مسلم رہی ہے۔

قرآن حکیم کی دلکش فصاحت، حیران کن بلاغت، مدلل و پرزور طرز بیان پھر اس کے ساتھ ساتھ تشبیہ وتمثیل کی باریکیاں، اجمال وتفصیل کا حیرت انگیز تناسب وتوازن، قوت استدلال اور صاف و واضح پیغام یہ سب خوبیاں اپنوں کو مسحور اور مقابل کو لاجواب کردینے کے لئے کافی ہیں۔

یہ قرآن مجید رسول اللہ □ بھی کی زبان میں نازل ہوا، آپ کا فرمان مبارک ہے۔

وما يمنعني وانما انزل القرآنُ بلساني، لسان عربي مبين (۳۵)

میری فصاحت میں کیا رکاوٹ ہوسکتی ہے جبکہ قرآن میری زبان یعنی کھلی اور واضح عربی میں نازل ہوا۔

چنانچہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کے اثرات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کئے، اور اس سے مستفید ہوکر آپ □ کی فصاحت اس مقام بلند پر فائز ہوگئی، جہاں کسی اور کا گزر ممکن نہیں۔ اسی بناپر علمائے فصاحت و بلاغت یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوگئے کہ کلام عرب میں سب سے فصیح کلام کلام ربانی یعنی قرآن حکیم ہے اور اس کے بعد آنحضرت □ کا مرتبہ اور مقام ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ (۳۶)

محمد بن سلام نے یونس بن حبیب کا قول نقل کیا ہے کہ فصاحت و بلاغت کے جو اعلیٰ نمونے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے میسر آئے ہیں، وہ کسی اور کے کلام سے میسر نہیں آسکے۔ (۳۷)

قریش سے تعلق:

قریش عرب میں سب سے اہم قبیلہ تھا، زبان وبیان کے لحاظ سے بھی کوئی دوسرا قبیلہ اس کا ہمسر نہ تھا، ان کی فصاحت لسانی عربوں کے ہاں مسلم تھی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک روز سوال کیا کہ افصح العرب کون لوگ ہیں، ایک شخص نے کہا

قوم ارتفعوا عن لخلخانية الفرات وتيامنوا عن عنعنة تميم رتياسروا عن كسكسة بكر، ليست لهم غمغمة قضاعة ولا طمطمانية حمير قال من هم؟ قال قريش (۳۸)

ایسی قوم جو اہل فرات کے لخلخانیہ (گفتار کا عجمی انداز) سے بلند تر ہے، قبیلہ تمیم کے عنعنہ (الف کو عین سے بدلنا) سے دائیں طرف ہے اور بنو بکر کے کسکسہ (کاف کو سین سے بدلنا) سے بائیں طرف رہے، نہ تو ان میں بنو قضاعہ کا غمغمہ (غیر واضح انداز گفتگو) ہے اور نہ قوم حمیر کا طمطمانیہ (غیر عربی الفاظ کی کثرت)۔ پھر پوچھا کہ وہ لوگ کون ہیں؟ کہا کہ قریش۔

آپ□ کی فصاحت و بلاغت کے حوالے سے بھی اسے اہم عنصر کی حیثیت حاصل ہے، آپ□ کا ارشاد مبارک ہے،

أنا أفصح العرب بيدا أني من قريش و نشأت في بني سعد(۳۹)

میں عرب کا فصیح ترین شخص ہوں کیونکہ میں قریش میں پیدا ہوا اور میں نے بنی سعد میں پرورش پائی،

طبرانی کی قدرے مفصل روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے آپ□ سے آپ کی فصاحت پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے اسباب جاننا چاہے تو آپ□ نے فرمایا:

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، انا النبي لا كذب انا ابن عبد المطلب، انا اعرب العرب، ولدتني في قريش، ونشأت في بني سعد فاني ياتيني اللحن؟ (۴۰)

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں لاریب سچا نبی ہوں، اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، میں تمام اہل عرب سے زیادہ واضح گفتگو کرنے والا ہوں، میری ولادت قریش میں ہوئی اور میری پرورش بنو سعد میں ہوئی تو اب میرے کلام میں نقص کہاں سے آئے؟

اس طرح آپ ﷺ نے واضح فرمایا کہ قریش سے نسبی تعلق اس فصاحت کا ایک سبب ہے، جس کی فصاحت مسلم ہے اور جس سے نسبی تعلق فصاحت و بلاغت کی ضمانت ہے۔

بنو سعد میں پرورش:

نبیٔ امی علیہ الصلاۃ والسلام کی فصاحت و بلاغت کے عناصر ترکیبی میں سے ایک اہم عنصر آپ کی بنو سعد میں پرورش ہے، بنو سعد بن بکر، عرب قبیلے ہوازن کی اہم اور معروف شاخ تھی، جو زبان دانی اور فصاحت و بلاغت کے حوالے سے خاصی مشہور تھی، روسائے عرب خصوصاً قریش کے امراء اور شرفاء اپنے بچوں کی رضاعت و پرورش کا اہتمام بنو سعد میں ہی کرتے تھے، تاکہ بچہ ان کی صاف ستھری فضا میں بیرونی اثرات سے محفوظ رہ کر خالص و ثقہ زبان سیکھ سکے اور عرب محاورے و روزمرہ پر عبور حاصل کر سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی ماحول میں پرورش پائی اور دیگر اسباب، خدا داد صلاحیت اور سب سے بڑھ کر عطیۂ ربانی کے ساتھ ساتھ بنو سعد میں گزری ہوئی مدت اور وہاں کے عرصۂ تربیت نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت میں اہم کردار ادا کیا، خود زبان نبوت نے بھی اس کی تصدیق کی، ابھی اوپر روایت بیان ہوئی ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں

و نشات في بني سعد (۴۱)

اور میں نے بنی سعد میں پرورش پائی۔

اس طرح آپ ﷺ نے خود اس امر کی صراحت فرما دی کہ بنو سعد میں بسر ہونے والے بچپن کے ایام فصاحت و بلاغت کے قدرتی وصف کو آپ میں پروان چڑھانے میں مدد و معین ثابت ہوئے، اور یوں آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت میں صحرا نشینی کی قوت بیان اور پختگی اور شہروں کے الفاظ کی چمک دمک اور انداز گفتگو کی رونق یہ تمام چیزیں ایک ساتھ جمع ہو گئی تھیں، ان کے علاوہ تائید الٰہی بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھی جس کی امداد اس وحی کے ذریعے ہوتی تھی جو انسان کے احاطۂ علم سے ماورا ہے، (۴۲)

فصاحت نبوی کے ترکیبی عناصر پر اس گفتگو کو ختم کرتے ہوئے حضرت علی اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہما کے مشاہدے پیش کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں،

ماسمعت كلمة غريبة من العرب الا وقد سمعتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم (۴۳)

میں نے عرب کا کوئی نیا کلمہ آپ □ سے پہلے کسی اور سے نہیں سنا،

اور حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں:

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم من افصح الناس، کان یتکلم بالکلام لایدرون ماهو حتی یخبرهم (۴۴)

رسول اللہ □ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح تھے، آپ بعض اوقات ایسی زبان میں کلام فرماتے تھے کہ کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے، جب تک آپ خود ہی مطلع نہیں فرما دیتے تھے۔

ابن الجوزی نے فصاحت نبوی پر کلام کرتے ہوئے بالکل درست لکھا ہے کہ:

کل کلام رسول الله صلی الله علیه وسلم حکمة وفصاحة(۴۵)

آپ کا ہر کلام حکمت سے معمور اور فصاحت سے پر ہے۔

فصاحت و بلاغت کا نبوی نظریہ:

آپ □ نے فصاحت و بلاغت میں امتیازی شان رکھنے کے ساتھ ساتھ اس باب میں واضح ہدایات بھی فرمائی ہیں، جن کے مطالعے سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ فصاحت و بلاغت کو آپ □ کس نقطۂ نظر سے دیکھتے تھے؟ اور اس بارے میں آپ □ کا اپنا کیا نظریہ تھا؟ اس حوالے سے ہمیں آپ کے بہت سے اقوال ملتے ہیں، جنہیں ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں، اور ان سے حاصل ہونے والی ہدایات کا بھی تذکرہ ہوگا، اس بحث کو چند نکات میں بیان کیا جاتا ہے:

۱۔ نبیٔ امی □ فصاحت و بلاغت، قدرت بیان اور طلاقت لسانی بہت کو اہمیت دیتے تھے۔

ایک بار حضرت عباسؓ نے آپ سے سوال کیا:

فیم الجمال یا رسول الله (صلی الله علیه وسلم)

اے اللہ کے رسول □ حسن و خوبصورتی کس چیز میں ہے؟

آپ □ نے فرمایا **فی اللسان** (۴۶) زبان میں۔

۲۔ آپ □ گفتگو اور خطابت میں اختصار کو پسند فرماتے ہیں، آپ □ کا فرمان مبارک ہے:

انا معشر الانبیاء بکاء (۴۷)

ہم گروہ انبیا قلیل الکلام ہوتے ہیں۔

اسی بنا پر آپ □ نے یہ تاکید بھی فرمائی کہ نمازوں کو طول دیا کرو، اور خطبوں میں اختصار سے کام لیا کرو۔ (۴۸)

۳۔ آپ □ نے تصنع اور مصنوعی طرز گفتگو کو ناپسند فرمایا ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

کان یکرہ التصنع کلہ، کان یعرض عن کل کلام قبیح (۴۹)

آپ □ ہر قسم کے تصنع کو ناپسند فرماتے اور ہر طرح کے قبیح کلام سے اعراض فرماتے تھے۔

۴۔ آپ □ نے الفاظ چبا کر اور آواز گھما کر بات کرنے کو بھی ناپسند کیا اور اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ایک موقع پر فرمایا:

ان اللہ یبغض البلیغ من الرجل الذی یتخلل بلسانہ کما تتخلل البقر (۵۰)

بلاشبہ اللہ ایسے خطیب کو ناپسند رکھتا ہے جو اپنی زبان کو یوں چلاتا ہے جیسے گائے چرتی ہے۔

۵۔ گفتگو میں تہذیب کا خیال رکھنا اور ہر طرح کی بے ہودگی سے بچنا بھی گفتگو اور خطابت کے آداب میں سے ہے۔

ایک شخص نے آپ □ کے سامنے بہت احمقانہ گفتگو کی تو آپ □ نے فرمایا:

ما اعطی العبد شرا من طلاقۃ اللسان (۵۱)

بندے کو زبان کی تیزی سے بڑھ کر کوئی بری چیز نہیں دی گئی۔

۶۔ آپ □ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مخاطب کی ذہنی سطح کی رعایت رکھ کر بات کرنی چاہئے، آپ کا فرمان مبارک ہے۔

امرت ان اخاطب الناس علی قدر عقولھم (۵۲)

ہم گروہ انبیا کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی ذہنی سطح کی رعایت رکھ کر

خطاب کیا کریں۔

۷۔آپ □ نے باچھیں کھول کراور منہ پھاڑ کرگفتگو کرنے سے بھی منع فرمایا،ایک روایت میں آتا ہے،آپ نے فرمایا:

وان ابغضکم الی وابعدکم منی مجلسا یوم القیامۃ الثرثارون والمتشدقون والمتفیھقون (۵۳)

تم میں سے مبغوض ترین اور قیامت کے روز مجھ سے سب سے دور زیادہ کلام کرنے والے اور الفاظ کو گھمانے والے اور متکبر ہوں گے۔

ابن اثیر نے تصریح کی ہے کہ **ثرثارون** سے مراد وہ لوگ ہیں جو کثیر کلام کرتے ہیں،اور کلام کرنے میں تکلف سے کام لیتے ہیں،اور حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ جب کہ **متشدقون** وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی احتیاط کے کثیر کلام کرتے ہیں۔(۵۴)

۸۔حقیقت یہ ہے کہ آپ □ نے جہاں ایک جانب زبان وبیان کی اہمیت کی جانب متوجہ فرمایا اور یہ فرمایا :

ان من البیان لسحرا (۵۵)

بلاشبہ بعض بیان جادو بھرے ہوتے ہیں۔

اس طرح زبان کی آفتوں اور اس کے غلط استعمال کے نتائج وعواقب سے بھی خبردار فرمایا ہے، ایک روایت میں فرماتے ہیں:

وھل یکب الناس فی النار علی وجوھھم اوعلی مناخرم الاحصائد السنتھم (۵۶)

کیا لوگوں کو ان کے چہروں کے بل یا ان کی گردنوں کے بل گرانے کا سبب ان کی زبانوں کی کھیتوں کے علاوہ بھی کچھ ہوسکتا ہے؟

ان نکات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وفرامین کی روشنی میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ آپ □ گفتگو،بات چیت اور خطابت وغیرہ کے لئے کیا آداب،قواعد اور اصول ضروری تصور فرماتے تھے؟ کن باتوں سے بچنے کی تاکید فرماتے تھے اور کن امور کو پیش نظر رکھنے کی تلقین فرماتے تھے۔

کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقسام:

نبیِ امی علیہ الصلاۃ والسلام کے کلام میں بے حد تنوع ہے، یہ کلام بہت سی اقسام پر مشتمل ہے، اور ہر نوع ہم سے جداگانہ غور وفکر کی متقاضی ہے کہ ہر ایک کے تقاضے الگ الگ اور اسی مناسبت سے ہر ایک کے خصائص جدا جدا ہیں۔ عباس محمود عقاد کہتے ہیں:

> نبی اکرم □ کا وہ کلام جو محفوظ شکل میں ہم تک پہنچ سکا ہے، وہ یا تو ان معاہدات اور خطوط کی شکل میں ہے جو اسی وقت ضبط تحریر میں آگئے تھے۔ یا وہ خطبے اور دعائیں وصیتیں اور سوالوں کے جوابات ہیں جو بعد میں تحریر کیے گئے، اور جن کی روایت ونقل میں حتی الامکان نہایت باریکی اور صحت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ (۵۷)

اس بیان کی روشنی میں آپ □ کے کلام کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ جوامع الکلم، ۲۔ خطبات، ۳۔ مکتوبات ومعاہدات، ۴۔ ادعیہ ماثورہ،

ان میں سے خطبات پر تفصیلی مباحث باب دوم میں ذکر ہو رہے ہیں، اس لئے یہاں ذیل میں باقی تین عنوانات کے تحت اپنے مطالعے کا الگ الگ حاصل پیش کیا جا رہا ہے، جب کہ اس باب کا اختتام کرتے ہوئے آخر میں آپ □ کے کلام میں موجود صنائع بدائع پر بھی مفصل روشنی ڈالی گئی ہے، اور کلام نبوی سے اس کی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

جوامع الکلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی ایک امتیازی خوبی جوامع الکلم ہیں، گو یہ اصطلاح بعد میں کئی ایک حضرات نے دوسروں کے لئے بھی استعمال کی (۵۸) لیکن ایک تو آپ □ سے قبل اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا، دوسرے آپ □ کے بعد یہ لفظ اصطلاح کے طور پر آنحضرت □ کے ساتھ ہی مخصوص ہو چکا ہے۔

جوامع **جامع** کی جمع ہے، جس کا مادہ ج، م، ع ہے اور **کلم** **کلمۃ** کی جمع ہے، یہ اصلاً موصوف صفت بصورت اضافت ہیں، اور ان کا معنی ہے مختصر ترین جملے جو کثیر معنی لئے ہوئے ہوں، اردو

میں اس کے مفہوم کے لئے سب سے بہتر تعبیر دریا کو کوزے میں بند کرنے سے دی جا سکتی ہے۔

اس اعتبار سے آپ □ کے جوامع الکلم دو خوبیوں کے حامل ہیں۔اول ایجاز و اختصار اور دوم جامعیت۔جاحظ نے آپ □ کے جوامع الکلم کی تعریف کرتے ہوئے بجا طور پر لکھا ہے۔

وهو القليل الجامع للكثير (۵۹)

ایسا کلام جس کے الفاظ قلیل مگر معانی کثیر ہوں۔

جاحظ کے اس قول کی وضاحت محمد عطیہ ابراشی کے ہاں ملتی ہے،وہ کہتے ہیں:

وكلامه الجامع الذى لايجارى فى فصاحته ولا يبارى فى بلاغته، والذى هو النهاية فى البيان والغاية فى البرهان، المشتمل على جوامع الكلم و بدائع الحكم، المتضمن بقليل المبانى كثيرا من المعنى (۶۰)

آپ □ کا وہ جامع کلام جس کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ اور برابری کی ہی نہیں جا سکتی،جو بیان و بلاغت کے کمال درجے پر فائز اور بے انتہا مدلل ہے،جو جامع کلمات اور انوکھی حکمت پر مشتمل ہے،اس کے الفاظ و حروف کی تعداد تو قلیل ہے لیکن ان میں معانی کی فراوانی ہے۔

امام غزالیؒ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم کو فیضان ربانی قرار دیتے ہوئے انہیں آپ □ کا امتیاز اور خصوصیت شمار کرتے ہیں،امام صاحبؒ فرماتے ہیں:

وكان أوجز الناس كلاماً وبذالك جاء ه جبريل، وكان مع الايجاز يجمع كل ما اراد، وكان يتكلم بجوامع الكلم، لا فضول ولا تقصير (۶۱)

آپ □ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ موجز و مختصر بات کرنے والے تھے،یہ فیض ربانی ان کے لئے جبریل امین لائے تھے،اختصار کے ساتھ آپ جتنی جامع بات کرنا چاہتے تھے کر لیتے تھے،آپ کا کلام جامع کلمات پر مشتمل ہوتا تھا،جس میں نہ تو کوئی زائد بات ہوتی نہ کسی قسم کی کمی ہوتی تھی۔

وجوامع الکلم التی فتحت لہ سجدت لہا البلغاء والا قلام (۶۲)

اور آپ □ کے لئے جوامع الکلم مسخر کردیے گئے، جن کے آگے بلغا اور اقلام سب ہی نے سرتسلیم خم کردیا۔

جوامع الکلم کی اصطلاح خود آپ صلی علیہ وسلم کے اقوال مبارک سے ماخوذ ہے، آپ □ نے متعدد مواقع پر اس کا ذکر کیا ہے، مثال کے طور پر ایک روایت میں آپ □ نے فرمایا:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، فضلت علی الانبیاء بست، اعطیت جوامع الکلم، ونصرت بالرعب، واحلت لی الغنائم، وجعلت لی الارض طھوراً ومسجدا، وارسلت الی الخلق کافۃ، وختم بی النبیون (۶۳)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ □ نے فرمایا کہ مجھے انبیاء پر چھ باتوں سے فضیلت دی گئی ہے، مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں، اور رعب کے ذریعے میری نصرت کی گئی ہے، میرے لئے مال غنیمت کو حلال کردیا گیا ہے، اور میرے لئے ساری زمین کو پاک اور مسجد قرار دیا گیا ہے، اور مجھے تمام مخلوق کی جانب مبعوث کیا گیا ہے، اور مجھ پر سلسلۂ نبوت ختم کردیا گیا ہے۔

بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بعثت بجوامع الکلم و نصرت بالرعب (۶۴)

مجھے جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے اور رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔

ایک روایت میں یوں فرمایا:

اعطیت جوامع الکلم اختصر لی الحدیث اختصارا (۶۵)

مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے اور میرے لئے گفتگو کو بہت مختصر کردیا گیا۔

ایک روایت یہ الفاظ ہیں:

فقداوتی جوامع الکلم و خواتمہ (۶۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم اور خواتم الفاظ عطا کیے گئے ۔

ان تمام الفاظ کا خلاصہ یہی ہے کہ جوامع الکلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا فرمودہ وہ اعزاز ہے جس سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی سرفراز کیا گیا ہے، یہ قلیل اللفظ مگر کثیر المعانی ہیں، ان میں یکتائی، اعجاز اور اچھوتا پن نمایاں ہے، عباس محمد عقاد کے بقول یہ جوامع الکلم

اجتماع المعانی الکبار فی الکلمات القصار، بل اجماع العلوم الوافیة فی بضع کلمات، وقد یبسطها الشارحون فی مجلدات (٦٧)

وقیع اور بھاری بھرکم معانی کا مختصر کلمات میں اجتماع کا نام ہے، بلکہ یہ تو بہت وسیع علوم کے مختصر سے چند کلمات میں جمع ہونے کا نام ہے، شارحین جن کی شرح کرنے بیٹھیں تو انہیں ضخیم جلدوں میں پھیلا دیں ۔

اور قاضی عیاض تو یہاں تک کہتے ہیں:

اما کلامه المعتاد و فصاحته المعلومة وجوامع کلمه وحکمه الماثورة فقد الف الناس فیها الدواوین وجمعت فی الفاظها ومعانیها الکتب (٦٨)

جہاں تک آپ ﷺ کے معمول کے کلام، آپ کی مشہور فصاحت، جامع کلمات اور منقول کلمات حکمت کا تعلق ہے تو ان کے متعلق لوگوں نے دیوان و دفاتر تصنیف کر ڈالے ہیں اور ان کے الفاظ و معانی کے بارے میں کتابیں جمع کر دی گئی ہیں ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم کے حوالے سے گفتگو کو ہم مصطفیٰ صادق الرافعی کے اس مدلل اور جامع بیان پر ختم کرتے ہیں، جس میں انہوں نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی یہ خوبی درحقیقت آپ کا ایک معجزہ ہے، جسے پانا کسی اور کے بس کی بات نہیں وہ کہتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے کمال اور زبان پر غور و خوض کے سبب آپ قلیل الکلام تھے اس کلام کے الفاظ معتدل انداز میں ادا ہوتے تھے مگر آپ کا

کلام اپنے اندر معانی کی گہرائی لئے ہوتا تھا، دل یہ گمان کرتا ہے کہ آپ کے مختصر ترین جملوں اور چند کلمات میں روح نبوت مجتمع ہوگئی ہے چنانچہ آپ کے کلام میں الفاظ نظر آنے کے بجائے ان الفاظ میں موجود روحانی تحریکات غالب نظر آتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں ایسے کلمات بکثرت ہیں جو عرب میں صرف آپ ☐ ہی نے منفرد انداز میں استعمال فرمائے، آپ کے جوامع الکلم بے شمار ہیں، آپ ☐ کا اسلوب نہایت پاکیزہ ہے، جس میں نہ کوئی کمی ہے اور نہ کوئی مبالغہ اسی لئے آپ ☐ کے کمال فصاحت و بلاغت کو پانے کا ارادہ کرنے والا عاجز رہا، اور اگر کوئی تھوڑا بہت کر بھی سکا تو بھی کسی کا تمام کلام ایسا نہ تھا، کیوں کہ اسلوب کا دھارا فطرت کی بنیاد پر ہوتا ہے جس میں ریاضت اور محنت کو دخل نہیں ہوتا۔ (۶۹)

چند جوامع الکلم:

جوامع الکلم کے بارے میں تعارفی اور توضیحی گفتگو کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ ☐ کے چند جوامع الکلم بھی پیش کردیے جائیں، اس لئے جوامع الکلم کا ایک مختصر سا انتخاب درج ذیل ہے۔

احبب حبیبک هوناما فعسی ان یکون بغیضک یوما ما (۷۰)

اپنے دوست سے قدرے ہلکی محبت کرو، کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی دن تمہارا مبغوض بن جائے، (محبت اور نفرت دونوں میں اعتدال ضروری ہے)

الهم نصف الهرم (۷۱)

غم آدھا بڑھاپا ہے۔

رحم الله قال فغنم اوسکت فسلم (۷۲)

اللہ اس بندے پر رحم کرتا ہے جو بات کرے تو درست کرے اور خاموش رہے تو سلامتی پائے۔

خیر الامور اوساطها (۷۳)

سب سے بہترین چیز درمیانے درجے کی ہے۔

ذو الوجهين لايكون عند الله وجيها (۷۴)

دو رخا شخص اللہ کے ہاں کبھی معزز نہیں ہوتا۔

السعيد من وعظ بغيره (۷۵)

نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے۔

الظلم ظلمات يوم القيامة (۷۶)

ظلم روز قیامت کے اندھیروں میں سے ہے۔

قفلة كغزوة (۷۷)

غزوے سے لوٹنا بھی (ثواب کے اعتبار سے) غزوے ہی کی مانند ہے۔

لا خير فی صحبة من لايری لک من الحق مثل الذی تری له (۷۸)

اس شخص کی دوستی میں کوئی بھلائی نہیں جو تمہارے لئے حق کے معاملے میں اسی طرح نہ دیکھے جیسے تم اس کے لئے دیکھتے ہو۔

لا يلدغ المؤمن من جحر واحد مرتين (۷۹)

مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔

ماعال من اقتصد (۸۰)

وہ شخص کبھی تنگ دست نہیں ہو سکتا جس نے میانہ روی اختیار کی۔

المرء مع من احب (۸۱)

انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔

المستشار مؤتمن (۸۲)

مشورہ دینے والا امین ہے۔

المسلمون كاسنان المشط (۸۳)

تمام مسلمان کنگھی کے دانتوں کی طرح برابر ہیں۔

ماقل و كفی خير مما كثر والهی (۸۴)

جو تھوڑا ہو مگر کافی ہو اس کثیر سے بہت بہتر ہے جو غافل کرنے والا ہو۔

الندم توبة (۸۵)

ندامت بھی توبہ ہے۔

الید العلیا خیر من الید السفلی (۸۶)

اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔

جوامع الکلم کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزمرہ کے استعمال کے ایسے جملے بھی منقول ہیں جو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے اور بعد میں وہ ضرب الامثال کی حیثیت اختیار کر گئے، ان کو ذکر کرتے ہوئے جاحظ کہتا ہے

وسنذکر من کلام رسول اللہ ﷺ، مما لم یسبقه الیه عربی، ولا شارکه فیه اعجمی، ولم یدع لاحد ولا ادعاه لاحد، مما صار مستعملا ومثلا سائراً، (۸۷)

اور اب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں سے کچھ ایسے اقوال ذکر کریں گے جو آپ ❐ سے پہلے کسی عرب نے کبھی استعمال نہیں کئے تھے، اور نہ ان میں کوئی غیر عرب آپ ❐ کا شریک ہے، نہ تو ان اقوال کی کسی کی طرف نسبت کی گئی ہے اور نہ ان کا کسی نے کبھی دعویٰ کیا ہے، مگر اب یہ اقوال حکمت مستعمل ہیں اور مشہور ضرب الامثال کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔

ایسے جملے بھی کثرت سے ہیں، جن میں سے چند بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔

الآن حمی الوطیس (۸۸)

اب تندور گرم ہو گیا ہے، (اب لوہا گرم ہو گیا)۔

لا ینتطح فیها عنزان (۸۹)

اس میں دو مینڈھے ایک دوسرے کو سینگ نہیں ماریں گے۔

یا خیل اللہ ارکبی (۹۰)

اے اللہ کے شاہسوار و سوار ہو جاؤ۔

رویدک رفقا بالقواریر، (۹۱)

آہستہ، آبگینوں کو نرمی سے لیکر چلو۔

مات حتف أنفه (۹۲)

وہ اپنی ناک کی موت مرا (اس نے اپنی موت کا سامان خود کیا)

مکاتیب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب بھی آپ کی فصاحت و بلاغت کا عمدہ نمونہ پیش کرتے ہیں اوران کی زبان اور اسلوب بیان خود اس امر کی بین شہادت ہیں کہ یہ نبی و ہادیٔ برحق علیہ الصلاۃ والسلام کا پیغام ہے، مکاتیب درحقیقت انسانی شخصیت کے بہت سے پہلوؤں کے عکاس ہوتے ہیں، اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ انسان کی تحریر میں اس کی شخصیت کا پرتو نظر آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط بھی آپ کے مقام اور پیغام کے آئینہ دار ہیں، آپ □ کے خطوط ایسا منفرد اسلوب رکھتے ہیں جسے سہل ممتنع بھی کہا جاسکتا ہے، مگران کا اسلوب صرف سادہ وسلیس ہی نہیں ہے وہ جمال لفظی سے بھی آراستہ ہے۔ اس کے باوجود آپ □ کے مکاتیب سب سے جدا اور ممتاز اس بنا پر بھی ہیں کہ آپ نے نہ تو کبھی ذاتی احوال کے لئے مکاتیب لکھوائے، نہ محض عبارت آرائی کبھی آپ کے پیش نظر رہی، آپ کے خطوط بالعموم انتہائی ضرورت کے تحت نہایت مختصر، سلیس مگر موثر اور اظہار مطلب سے عبارت ہیں، اور یہی بات آپ کے شایاں بھی تھی کہ آپ □ کا ہر لفظ حکم اور آپ کا ہر جملہ قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔

مکاتیب نبوی کے اجزائے ترکیبی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط حسب ذیل اجزائے ترکیبی پر مشتمل ہوتے ہیں۔

الف۔ آغاز، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا ہے۔ اس حوالے سے شعبی کی روایت میں یہ تفصیل ملتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آغاز میں قریش کے معمول کے مطابق باسمک اللھم لکھا کرتے تھے، جب یہ آیت ارْكَبُوْا فِيْهَا بِاسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا (۹۳) نازل ہوئی تو آپ □ نے بسم اللہ لکھنا شروع کیا، پھر جب یہ آیت قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ (۹۴) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکاتیب کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن لکھنے لگے، اور جب یہ آیت نازل ہوئی اِنَّهٗ

مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (۹۵) تو پھر آپ □ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنے لگے۔(۹۶)

لیکن ایسی کوئی مثال ذخیرہ حدیث تاریخ اور سیرت میں دستیاب نہیں ہے، جس میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی جگہ آپ □ نے کچھ اور استعمال فرمایا ہو۔ واللہ اعلم۔ البتہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین مکہ کے اصرار پر آپ □ نے معاہدے کی عبارت باسمک اللهم سے شروع کی تھی۔

ب۔ من محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعے اپنا تعارف کراتے ہیں۔

ج۔ مکتوب الیہ کا نام مع لقب۔

د۔ مخاطب کی رعایت سے سلام لکھتے ہیں، مسلمان ہو تو سلام علیک اور غیر مسلم کو سلام علی من اتبع الهدیٰ

ھ۔ خط کا اصل مضمون مختصر شستہ مگر جاندار الفاظ میں، ایسے اسلوب میں کہ پہلی ہی نظر میں قاری پر آپ □ کا موقف اور مقصود واضح ہو جاتا ہے۔

و۔ اختتام، جو عموماً والسلام پر ہوتا ہے۔

ز۔ آخر میں مہر نبوت، جو محمد رسول اللہ پر مشتمل ہوتی ہے۔

مکاتیب نبوی کی خصوصیات:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط کا مطالعہ درج ذیل نکات ہمارے سامنے لاتا ہے۔

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے خطوط کا آغاز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے کیا، آپ □ سے پہلے یہ روایت موجود نہیں تھی۔

۲۔ بسملہ کے بعد آپ □ من محمد سے آغاز کرتے ہیں، اور پھر اما بعد کا استعمال بھی فرماتے ہیں، اما بعد کے بعد آپ □ اصل مقصد بیان کرتے ہیں، چنانچہ شرحبیل بن عبد کلال کے نام مکتوب اسی طرح شروع ہوتا ہے۔

من محمد رسول الله (ﷺ)، الی شرحبیل بن عبد کلال،
والحارث بن عبد کلال، و نعیم بن عبد کلال، قیل ذی رعین
و معافر وهمدان، اما بعد، فقد رجع رسولكم و أعطيتم من

المغانم خمس الله، (۹۷)

بعض اوقات درمیان میں صرف مکتوب الیہ کا نام ہی نہیں ہوتا بلکہ حمد یہ جملہ بھی بطورتمہید بیان فرماتے ہیں، منذر بن ساوئ کے نام ایک مکتوب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

من محمد رسول الله الى المنذر بن ساوی، سلام الله علیک، فانی احمد الیک الله الذی لا اله الا هو، اما بعد(۹۸)

محمد رسول اللہ (☐) کی طرف سے منذر بن ساوئ کے نام، تم پر اللہ کی سلامتی ہو، میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، امابعد۔

اوربعض مواقع پر امابعد دوبار بھی استعمال ہوا ہے، حارث بن عبدکلال کے نام مکتوب کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

من محمد رسول الله النبی، الی الحارث بن عبد کلال، والی نعیم ابن عبد کلال، والی النعمان قیل ذی رعین، ومعافر، وهمدان، اما بعد ذلکم، فانی احمد الیکم الله الذی لا اله الا هو، اما بعد (۹۹)

۳۔ مکتوب میں مخاطب کے مقام اور عہدے کا بھی پورا خیال رکھتے ہیں، اور اس کے شایان شان القاب کے ساتھ خطاب فرماتے ہیں، مثلاً، مقوقس کے نام مکتوب میں اس کا نام یوں لیتے ہیں۔

من محمد رسول الله الی المقوقس عظیم القبط (۱۰۰)

جبکہ ہرقل ملک روم کو یوں مخاطب کرتے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحیم، من محمد عبد الله و رسوله الی هرقل عظیم الروم (۱۰۱)

۴۔ آغاز میں سلام لکھتے ہوئے بھی مخاطب کی مذہبی حالت کی رعایت رکھتے ہیں، آپ ☐ جب کسی غیر مسلم کو خطاب فرماتے ہیں تو اسے سلام علی من اتبع الهدیٰ لکھتے ہیں۔ چنانچہ، مقوقس، ہر

قل، کسریٰ، حارث بن ابی شمر غسانی وغیرہ سب کے نام آپ ☐ کے خطوط میں سلام اسی طرح مذکور ہے، اور جب کسی مسلمان کو مخاطب کرتے ہیں تو اس کی اس حیثیت کی رعایت رکھتے ہوئے، سلام علیک کے الفاظ سے اس کی سلامتی کی دعا کرتے ہیں، چنانچہ معاذ بن جبل (۱۰۲) اور حضرت خالد بن ولیدؓ (۱۰۳) کی مثالیں اس ضمن میں پیش کی جاسکتی ہیں۔

۵۔ آپ ☐ کا مکتوب عموماً دوٹوک انداز میں ہوتا ہے، اور اس کا پیغام بالکل واضح ہوتا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ اس میں مخاطب کا کیا فائدہ ہے، چنانچہ مقوقس، ہرقل، کسریٰ سب ہی کے نام آپ کے خطوط میں یہ الفاظ مشترک ہیں، اسلم تسلم، اسلام قبول کرلو سلامتی پا جاؤ گے، یہ الفاظ جہاں ایک طرف سہل ممتنع کی مثال ہیں، وہیں یہ جوامع الکلم میں سے بھی ہیں اور پھر تیسری جانب ان کا مفہوم واضح بھی ہے، اور دوٹوک بھی اور نہایت متاثر کن بھی۔ نیز اس جملے میں امر اور جواب امر کے ان دونوں صیغوں کا لطف اہل ذوق سے مخفی نہیں، پھر س، ل، م، سے ان دونوں کے اشتقاق میں حسن تجانس کی جو کیفیت پائی جاتی ہے، اور اس میں جو صوتی حسن ہے وہ سونے پر سہاگہ ہے، (۱۰۴)

ان الفاظ سے خود آپ ☐ کی شخصیت بھی سامنے آتی ہے کہ یہ الفاظ کہنے والا کسی قدر حیثیت، اہمیت اور مقام کا حامل ہے، نیز پیغام قبول نہ کرنے کی صورت میں یہ وعید بھی پیش فرمادی کہ **فان ابیت فعلیک اثم المجوس** (۱۰۵) اسی طرح ہرقل کے نام مکتوب میں یہ الفاظ ہیں **فان تولیت فان علیک اثم الاریسین** (۱۰۶)

۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب کے مذہبی عقائد وخیالات کا بھی خیال رکھتے ہیں، اور اسلام کا عقیدہ بعض اوقات غیر محسوس طریقے سے بھی ان کے سامنے واضح فرما دیتے ہیں، چنانچہ نجاشی مذہباً عیسائی تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں اسلام کا عقیدہ ان الفاظ میں واضح فرمادیا۔

> **واشهد ان عيسى بن مريم روح الله و كلمته القاها الى مريم البتول الطيبة الحصينة، فحملت بعيسى، فخلقه الله من روحه و نفخه، كما خلق آدم بيده و نفخه** (۱۰۷)
>
> میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جو

اس نے مریم بتول کو عطا کیا تھا، وہ مریم جو پاکیزہ و پاک دامن تھیں، چنانچہ انہیں حضرت عیسیٰ کا حمل ٹھہر گیا، سواللہ نے انہیں اپنی روح اور نفخ سے پیدا کیا، جس طرح کہ آدم علیہ السلام کو اس نے اپنے ہاتھ سے تخلیق فرمایا تھا اوران کے جسد میں روح پھونک دی تھی۔

اور ضغاطر اسقف کے نام خط میں ہمیں یہ عبارت ملتی ہے۔

سلام علی من آمن، اما علی اثر ذلک فان عیسی بن مریم روح اللہ وکلمته، القاها الی مریم الزکیة، وانی اومن باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراهیم و اسمعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسی وما اوتی النبیون من ربهم لا نفرق بین احد منهم ونحن له مسلمون، والسلام علی من اتبع الهدیٰ (۱۰۸)

جو ایمان لائے اس پر سلام ہو اور اس کی نشانی یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ ہیں او رکلمۃ اللہ ہیں جو اللہ نے پاک دامن مریم پر القا کیا، اور میں اللہ پر ایمان لایا ہوں، اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور آلِ یعقوب پر نازل کیا گیا اور جو موسیٰ وعیسیٰ کو دیا گیا اور دوسرے انبیا کو دیا گیا۔ ہم انبیا میں ایک دوسرے کے درمیان فرق وامتیاز نہیں کرتے اور اس پر اسلام لانے والے ہیں، سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

اسی طرح جب کسریٰ کو خط لکھا تو توحید کی اہمیت زیادہ وضاحت سے فرمائی، اس خط کا یہ حصہ ملاحظہ کیجئے۔

سلام علی من اتبع الهدی، وامن باللہ ورسوله وشهدأن لا اله الا اللہ، وحده لاشریک له وان محمداً عبده و رسوله، ادعوک بدعایة اللہ عزوجل، فانی انا رسول اللہ الی الناس کافة لانذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین، اسلم

تسلم، فان ابیت فعلیک اثم المجوس (۱۰۹)

سلام ہو اس پر جو راہِ ہدایت کی پیروی کرے، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ وحدہٗ لاشریک ہے، محمد (□) اس کے بندے اور رسول ہیں، میں تجھے اللہ کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں، کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں، جسے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، تا کہ میں زندہ لوگوں کو (آخرت سے) ڈراؤں اور یہ بات کافروں پر بہت گراں ہے۔ تم اسلام قبول کرلو، سلامتی پا جاؤ گے۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو پھر سارے مجوسیوں کا گناہ تم پر ہی ہوگا۔

۷۔ رسول اکرم □ کے مکاتیب میں قرآنی آیات کا بھی برمحل استعمال ان کی فصاحت و بلاغت اور زورِ بیان میں اضافے کا موجب بنتا ہے، ہرقل اور مقوقس کو خط لکھتے ہوئے خاص طور سے آپ □ نے انہیں قرآن کے ان الفاظ کے ساتھ دعوت دین دی اور صلح و اتحاد کی پیشکش فرمائی تھی۔

یاھل الکتب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم، الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۱۱۰)

اے اہل کتاب! آؤ ایک بات پر جمع ہو جائیں جو ہم میں تم میں مشترک ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، ہم اللہ کے علاوہ ایک دوسرے کو معبود نہ بنائیں، تو اگر یہ اہل کتاب اس بات سے انحراف کریں تو کہدو کہ گواہ رہنا ہم تو مسلمان ہیں۔

اور مسیلمہ کذاب نے جب آپ □ کو اپنے خط میں یہ پیش کش کی کہ آپ مجھے اپنے بعد اپنا جانشین مقرر کردیں تو میں آپ کی اطاعت کے لئے تیار ہوں، تو اس کے خط کا جواب دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اما بعد کے بعد صرف ایک آیت تحریر فرمائی تھی، آپ کا وہ مختصر مگر نہایت جامع خط اس طرح سے ہے۔

بلغنی کتابک الکذب والافتراء علی اللہ وان الارض للہ

Alsera

یورثها من یشاء من عبادہ، والعاقبة للمتقین، و السلام علی من اتبع الهدیٰ (۱۱۱)

میرے پاس تمہارا جھوٹا خط پہنچا ہے، جس میں اللہ پر افترا باندھا گیا ہے، اور بلا شبہ زمین تو اللہ ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور اچھا انجام تو متقین ہی کے لئے ہے، اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

اس کے علاوہ اوپر بیان ہونے والے خط بنام کسریٰ اور بنام ضغاطر اسقف میں بھی قرآنی آیات کا استعمال ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۸۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکاتیب میں مخاطب کی زبان اور لہجے کی رعایت بھی رکھتے ہیں اور بعض اوقات ان کی مقامی بولیوں کے الفاظ بھی اپنے مکاتیب میں استعمال فرماتے ہیں، مثال کے طور پر وائل بن حجر کے نام آپ کے خط کی عبارت اس طرح ہے۔

من محمد رسول الله علی الاقیال العباهلة من اهل حضرموت باقام الصلاة وایتاء الزکوٰة، علی التیعة شاة والتیمة لصاحبها وفی السیوف الخمس، لا خلاط و لاوراط ولا شناق ولا شغار ومن اجبی فقد اربی، وکل مسکر حرام (۱۱۲)

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے اہل حضرموت کے بحال رہنے والے شہزادوں کے نام، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ جانوروں کے ابتدائی نصاب (جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے) میں ایک بکری دینا واجب ہوگا، چالیس بکریوں سے اگر ایک زائد ہو تو وہ مالک کا حق ہے، اس پر زکوٰۃ نہیں ہوگی، تلواروں پر خمس ہوگا، خلط ملط کرنا یا جانوروں کو نیچی جگہ کھڑا کرکے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو کم کرکے دکھانا ممنوع ہے، نہ تو دو قسم کے آدھے آدھے نصاب زکوٰۃ کو ملا کر ایک نصاب بنایا جائے گا اور نہ نکاح شغار (بلا مہر وٹے سٹے کی شادی) کی اجازت ہے، اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

o\Alsera

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطن بن حارثا لعلیمی کے نام جو مکتوب تحریر فرمایا تھا وہ بھی اس کی عمدہ مثال ہے۔

ذیل میں اس کا متن بھی ملاحظہ کیجئے۔

هـذا كتاب من محمد رسول الله، لعمائر كلب واحلافها ومن ظأره الاسـلام مـن غيـرهـا مـع قـطـن الحارثة العليمي، باقام الـصـلاة لـوقتهـا وايتـاء الزكاة بحقها، في شدة عقدها ووفاء عهـدهـا، بـمحضر شهود من المسلمين منهم سعد بن عبادة، وعبـد الـلـه بـن انيـس، ودحية بـن خـليفة الكلبي، عليهم في الهـمـولة الراعية البساط الظؤار من كل خمس شاة غير ذات عـوار، والـحـمـولة الـمـائـرة لهم لاغية، وفي الشوى الورى مسـنة، حـامل او حافل، وفيما سقى الجدول من العين المعين الـعشـر مـن ثـمـرهـا مـمـا اخرجت ارضها، وفي العذى شطره بقيمة الامين، فلاتزاد عليهم وظيفة ولا تفرق (۱۱۳)

یہ مکتوب محمد رسول اللہ □ کی طرف سے قبیلۂ کلب کی شاخوں ان کے حلیفوں، ان کے علاوہ دیگر مسلمانوں اور حارثہ علیمی کے خدام و مصاحبین کے لئے ہے وہ نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کریں اور صحیح حق سے زکوٰۃ ادا کریں اسی پرختی سے کاربند رہیں اور عہد پورا کریں، یہ مکتوب مسلمان گواہوں کی موجودگی میں تحریر کیا گیا جن میں سعد بن عبادہ، عبداللہ بن انیس اور دحیہ بن خلیفا لکلبی شامل ہیں، ان میں کھلی چراگاہ میں چرنے والی اونٹنیوں میں سے ہر پانچ پر ایک بکری ہے اور سبک رفتار اونٹنی شمار میں نہیں ہے۔(یعنی سواری کے لئے مخصوص اونٹنی)اور مضبوط ہاتھ پیر والے موٹے تازے جانور پر مسنہ، جاری چشمے سے نالیوں کے ذریعے سیراب ہونے والی زمین کے پھل کا دسواں حصہ (عشر) ہے، اور بارش سے سیراب ہونے والی زمین میں انہیں کے اندازے

کے مطابق حصہ ہے، اس کی مقدار بڑھائی جائے نہ گھٹائی جائے۔

۹۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط عموماً مختصر ہیں اور ان کی عبارت نہایت سادہ اور سلیس ہے، اور ہر بات ہر طرح کے حشو و زوائد سے پاک ہے۔اوپر بیان ہونے والے خطوط میں یہ خوبی بھی نمایاں ہے۔

مکتوب تعزیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب ایک خاص نوعیت کا خط تعزیتی خط ہے جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی وفات پر انہیں آپ □ نے تحریر فرمایا تھا، یہ خط جہاں تعزیت ہے، وعظ و تذکیر ہے، اور صبر و ضبط کی تلقین اور اجر و ثواب کی بشارت ہے وہیں یہ خط فصاحت و بلاغت کا بھی عمدہ نمونہ اور ایجاز کے ساتھ ساتھ جوامع الکلم سے مزین ہے، پورا خط ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

من محمد رسول الله الی معاذ بن جبل، سلام علیک، فانی احمد الیک الله الذی لا اله الا هو ، أما بعد، فاعظم الله لک الاجر، والهمک الصبر، ورزقنا وایاک الشکر، ثم ان انفسنا واهلینا وموالینا من مواهب الله السنية وعوارفه المستودعة، نمتع بها الی اجل معدود، وتقبض لوقت معلوم، ثم افترض علينا الشکر اذا اعطی، الصبر اذا ابتلی وکان ابنک من مواهب الله الهنیئة، وعوارفه المستودعة، متعک به فی غبطة وسرور، و قبضه منک بأجر کثیر، الصلاة والرحمة والهدی ان صبرت و احتسبت فلاتجمعن علیک یا معاذ خصلتین، ان یحبط جزعک صبرک، فتندم علی مافاتک، فلو قدمت علی ثواب مصیبتک، قد اطعت ربک، وتنجزت موعوده، عرفت ان المصیبة قد قصرت عنه، اعلم ان الجزع لایرد میتا، ولا یدفع حزنا، فاحسن الجزا وتنجز للموعود، ولیذهب اسفک ماهو نازل بک فکان قد (۱۱۴)

اللہ کے رسول محمد کی طرف سے معاذ بن جبل کے نام، تم پر سلام ہو، میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، امابعد، اللہ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور تمہارے دل کو صبر آشنا کرے اور ہمیں اور تمہیں شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بلاشبہ ہماری جانیں اور اہل وعیال اور دوست احباب سب اللہ کی بخشی ہوئی گراں قدر نعمتیں ہیں اور اس کے احسانات ہیں جو امانت کی صورت ہمارے پاس ہیں، اور ایک مقررہ مدت تک ہمیں ان سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جاتا ہے، اور پھر وقت معین پر وہ نعمتیں ہم سے لے لی جاتی ہیں، پھر یہ کہ اس نے ہم پر نعمتوں کا شکر لازم کیا ہے اور آزمائشوں پر صبر کی تلقین کی ہے، تمہارا فرزند بھی اللہ کی بخشی ہوئی انہی نعمتوں اور امانت جیسے احسانات میں سے ایک تھا، اللہ نے تمہیں اس کی خوشیاں دکھائیں اور پھر اجر کثیر کے بدلے اسے تم سے لے لیا، بشرطیکہ تم صبر اختیار کرو اور اللہ سے اجر کی امید رکھو، سواے معاذ تم دو مصیبتیں نہ خرید لینا (یعنی محرومی اولاد اور محرومی ثواب) کہیں ایسا نہ ہو کہ جزع فزع تمہارے صبر کو برباد کردے اور بالآخر تمہیں اپنی محرومی پر ندامت ہو، اگر تمہاری توجہ اپنی مصیبت کے اجر کی طرف اس انداز میں رہی کہ تم اپنے پروردگار کی اطاعت میں لگے رہے اور اس کی جناب میں اس کا وعدہ پورا فرمانے کی استدعا کرتے رہے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ مصیبت اجر کے مقابلے میں کم تھی، یاد رکھو کہ رونے دھونے سے مرنے والا واپس نہیں آجایا کرتا اور نہ غم غلط ہوتا ہے، سو خوبی جزا کے لئے کوشاں رہو اور (ثواب) موعود کے طلب گار بنو اور جو چیز خود تم پر وارد ہونے والی ہے۔ (یعنی موت) اس کے پیش نظر تمہارا افسوس مٹ جانا چاہئے، کیونکہ سمجھو کہ وہ اب آئی اور اب آئی۔

ادعیہ ماثورہ

دعا انسانی فطرت میں شامل اور اس کی جبلت کا حصہ ہے، انسان جب بھی کسی مشکل سے دو چار ہوتا ہے اپنے رب کو پکارتا ہے، اور دعا کے ذریعے اپنے مصائب وابتلا کا مداوا کرنے کی کوشش کرتا

ہے۔حضرت آدم علیہ السلام جب پہلی مرتبہ آزمائش میں مبتلا ہوئے تو خود خالق کائنات نے دعا تلقین فرمائی،قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ○ (۱۱۵)

پھر (حضرت) آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لئے،اور
اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی،بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہ چند کلمات جو اللہ تعالٰی نے حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم فرمائے تھے،وہ یہ تھے،

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
الْخٰسِرِيْنَ○ (۱۱۶)

اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا،اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ
فرمائے تو ہم ضرور برباد ہو جائیں گے۔(۱۱۷)

دعا کے لغت میں تو پکارنے اور بلانے کے معنی ہیں اور شریعت میں دعا کا اصطلاحی معنی ہے۔

الابتهال الى الله بالسوال والرغبة فيما عنده من الخير
الابتهال والتضرع اليه في تحقيق المطلوب و ادراک
المامول (۱۱۸)

سوال کے ذریعے اللہ تعالٰی کی طرف متوجہ ہونا،اللہ تعالٰی کے ہاں موجود خیر کے
حصول میں اپنی رغبت اور خواہش ظاہر کرنا،اپنے مقصد کو پانے کے لئے اللہ
تعالٰی سے آہ و زاری کرنا اور اللہ تعالٰی سے اپنی امیدوں کی بجا آوری کا نام دعا
ہے۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں بھی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بلند مقام رکھتی ہیں، اور یہ ادعیہ ماثورہ جو آپ □ کی زبان مبارک سے ادا ہوئیں اور صحابۂ کرام کی وساطت سے ہم تک پہنچیں آج بھی تاثیر،زور بیان اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے نہایت بلند مرتبہ اور وقیع قدر و قیمت کی

حامل ہیں۔ آپ □ کی ان دعاؤں کی خوبیاں بجائے خود مفصل مطالعے کی طالب ہیں، یہ دعائیں ہمہ جہت ہیں اس اعتبار سے کہ ہر موقع کی مناسبت سے یہ دعائیں آپ □ سے منقول ہیں، اور انسانی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتی ہیں، انسان سوتے ہوئے کیا پڑھے اور بیدار ہو کر کیا کہے، خوشی کے موقع پر کیا کہے اور اظہار غم کے لئے کیا اسلوب اختیار کرے؟ سفر پر روانگی کے وقت کیا پڑھے اور واپسی پر کیا کہے، صبح کے اوقات میں کونسی دعا مانگنی ہے اور شام کے لئے کونسی دعا ہے؟ غرض حیات انسانی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کے دائرے سے باہر ہو، فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ آپ □ کی دعاؤں کا یہ ایک اہم پہلو ہے۔

دعاؤں کی اسی اہمیت کے پیش نظر آپ □ نے دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا، فرمایا،

الدعاء مخ العبادة (۱۱۹)

دعا تو عبادت کا جوہر ہے۔

اس لئے کہ یہ عابد و معبود کے درمیان براہ راست تعلق استوار کرتی ہے، اور بندے کو اپنے خالق و مالک کے ساتھ ہم کلام کرتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعائیں سلاست کے لحاظ سے بھی نہایت اہمیت رکھتی ہیں، ایک جانب تو ان میں معانی کا بحر ذخار مضمر ہوتا ہے مگر دوسری طرف ان کا پڑھنا اور یاد کرنا اس قدر آسان ہوتا ہے کہ عربی سے قطعاً نابلد عام شخص بھی سہولت سے انہیں یاد کر سکتا ہے، مثال کے طور پر دیکھئے۔

اللهم انی اسئلک الفوز عند القضاء، ونزل الشهداء وعيش السعداء، ومرافقة الانبياء والنصر علی الاعداء (۱۲۰)

اے اللہ! میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ جب تیری قضا جاری ہو تو مجھے کامیابی سے ہم کنار کر، شہدا کا درجہ نصیب فرما، نیک لوگوں کی زندگی سے سرفراز کر، انبیاء (علیہم السلام) کی رفاقت نصیب فرما، اور دشمنوں کے خلاف میری مدد فرما۔

یہ دعا پانچ جملوں پر مشتمل ہے، اور ہماری بہت سی خواہشوں کو الفاظ کا آہنگ عطا کرتی ہے، اس کے باوجود کس قدر مختصر ہے، اور ذرا سی کاوش سے ہم اسے نہ صرف یاد کر سکتے ہیں بلکہ بوقت ضرورت دہرا بھی سکتے ہیں، یہ مثالیں آپ □ کی مسنون دعاؤں میں بہ کثرت ملتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعاؤں میں لفظی محاسن اور صوتی اثرات نمایاں ہیں، اکثر دعائیں ہم قافیہ اور مسجع عبارت پر مشتمل

ہیں، جن کے سبب ان میں ایک تو ازن اور آہنگ پیدا ہو جاتا ہے جو یاد رکھنے میں بھی مفید ثابت ہوتا ہے اور انسان زیادہ دل جمعی کے ساتھ اپنے رب کے سامنے دستِ دعا دراز کرسکتا ہے۔

پھر یہ دعائیں مختلف اقسام کے صنائع بدائع سے بھی مزین ہیں، اس حوالے سے مفصل گفتگو آگے علیحدہ عنوان کے تحت آرہی ہے، جس کے تحت زیادہ تر مثالیں آپ □ کی دعاؤں ہی سے ماخوذ ہیں، یہاں کی مناسبت سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

صنعت لفظی ملاحظہ کیجئے، یہاں الفاظ کو مقدم وموخر کرکے معانی کو کہاں سے کہاں پہنچادیا ہے؟

اللهم انفعني بما علمتني، وعلمني ماينفعني (۱۲۱)

اے اللہ جو کچھ تو نے مجھے سکھایا اس سے مجھے فائدہ عطا کر اور مجھے وہ سکھا جس سے مجھے فائدہ پہنچے۔

دو مزید مثالیں ملاحظہ کیجئے، یہاں پر صنعت لفظی وصنعت قلب دونوں موجود ہیں۔

يا مقلب القلوب ثبت قلبي علي دينك (۱۲۲)

اے دلوں کو پھیرنے والے، میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔

اللهم انک عفو کريم تحب العفو فاعف عني (۱۲۳)

اے پروردگار، تو سراپا معاف کرنے والا، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے اس لئے مجھے معاف کردے۔

اس دعا میں تشبیہ مفرد دیکھئے۔

اللهم نقني من الخطاياى، کما ينقي الثوب الابيض من الدنس (۱۲۴)

مجھے خطاؤں سے اس طرح صاف کردے جیسے دھونے سے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف ہوجاتا ہے۔

اللهم باعد بيني و بين خطاياى، کما باعدت بين المشرق و المغرب (۱۲۵)

اے پروردگار، میرے اور میری خطاؤں کے مابین اتنی دوری پیدا کردے جس

o\Alser

قدرت نے مشرق اور مغرب کے مابین دوری پیدا کی۔

یہ چند سطور واضح کرتی ہیں کہ آپ □ کی دعاؤں کا مطالعہ بھی ہمیں دیگر اصناف حدیث کی مانند عربی زبان کے نئے اسالیب، محاورات وتراکیب، مفاہیم اور نئی تشبیہات وتعبیرات سے روشناس کراتا ہے اور ادبی اعتبار سے بھی ادعیہ ماثورہ کا مطالعہ ہمارے لئے نہایت مفید اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام بلند کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔

مسنون دعائیں:

ذیل میں آپ □ سے منقول چند دعائیں پیش کی جاتی ہیں، جن میں فصاحت وبلاغت کے بے مثال جواہر ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ (۱۲۶)

اے میرے رب! تو مجھے اپنا ذکر وشکر اور اپنی بہترین عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اَللّٰهُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ اَمْسَیْنَا، وَبِکَ نَحْیا وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ(۱۲۷)

اے اللہ! ہم نے تیری ہی مدد سے صبح کی اور تیری ہی مدد سے شام کی، تیرے ہی حکم سے ہم جیتے اور مرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ(۱۲۸)

تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے، جس نے ہمیں سلانے کے بعد جگا دیا اور اسی کی طرف (قیامت کے دن) زندہ ہو کر جانا ہے۔

اٰئِبُوْنَ، تَآئِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ (۱۲۹)

ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَکَ وَ اَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ (۱۳۰)

میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارا دین، تمہاری امانت اور تمہارے آخری اعمال

o\Alsera

اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْهِ اَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِهٖ وَخَیْرِ مَاصُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ (۱۳۱)

اے اللہ! تیرے ہی لئے تمام تعریف ہے،تو نے مجھ کو یہ کپڑا پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس چیز کی بھلائی جس کے لئے وہ بنایا گیا ہے،اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے اور اس چیز کے شر سے جس کے لئے وہ بنایا گیا ہے۔

اِلْبَسْ جَدِیْدًا وَعِشْ حَمِیْدًا وَ مُتْ شَهِیْدًا (۱۳۲)

تم نیا کپڑا پہنو،خوش حال زندگی بسر کرو،اور شہادت کی موت پاؤ۔

بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ، وَ بَارَکَ عَلَیْکَ، وَ جَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ (۱۳۳)

اللہ تمہیں برکت دے اور تم پر برکت نازل فرمائے اور تم دونوں کو خیر کے ساتھ اکٹھا رکھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِیَاحًا وَلاَ تَجْعَلْهَا رِیْحًا (۱۳۴)

اے اللہ یہ ہوا ہمارے حق میں رحمت اور سامانِ حیات ہو،عذاب اور سامانِ ہلاکت نہ ہو،یہ وہ نہ ہو جس کو قرآن نے ''ریح'' کہا ہے،وہ ہو جس کو ''ریاح'' کہا ہے۔

اَللّٰهُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ (۱۳۵)

اے اللہ! جیسے تو نے میری بناوٹ (شکل وصورت) اچھی بنائی،اسی طرح میرے اخلاق (سیرت وعادت) کو اچھا بنا دے۔

اَللّٰهُمَّ لا سَهْلَ اِلاَّ مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلاً، وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ اِذَا شِئْتَ سَهْلاً (۱۳۶)

اے اللہ کوئی آسانی نہیں مگر جس کو تو آسانی بنا دے اور جب تو چاہے تو مشکل کو

آسان کردے۔

کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صنائع بدائع

افصح العرب نبیٔ امی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہونے والا جملہ جہاں معنوی اعتبار سے اپنے اندر ایک جہانِ معنی رکھتا ہے، وہیں فصاحت وو بلاغت اور محاسن کلام کے اعتبار سے بھی اس کا کوئی ثانی نہیں، ادبی اعتبار سے اگر کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کیا جائے تو بہت سی دلچسپ معلومات ہمارے سامنے آتی ہیں اور صنائع بدائع کا ایک دفتر ہمارے علم میں آتا ہے، ذیل میں اسی حوالے سے ایک مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔(۱۳۷)

نثری کلام میں اگر مرصع اسلوب کا مطالعہ کیا جائے تو اس کی دو قسمیں ہمارے سامنے آتی ہیں، مرجز اور مسجع ومقفی۔ کلام نبی ☐ میں ان دونوں کی مثالیں بہ کثرت موجود ہیں۔

مرجز:

مرجز اس نثر کو کہتے ہیں، جس میں دو فقروں کے اکثر کلمات ہم وزن ہوں، اس میں قافیے کی پابندی ضروری نہیں ہے، احادیث میں مرجز عبارتیں بہ کثرت ملتی ہیں، اور یہ ایسے تناسب کے ساتھ ہیں کہ کلام کا حسن از خود بڑھ جاتا ہے۔

الف: ایک حدیث میں ارشاد ہے:

کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن، سبحن اللہ و بحمدہ سبحن اللہ العظیم (۱۳۸)

دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر تو (یعنی ادائیگی میں) بہت ہلکے ہیں، مگر (روز قیامت) ترازو میں وہ بہت بھاری ہوں گے، اور وہ رحمٰن کو بہت پسند ہیں، (وہ کلمے ہیں) **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔**

ب: ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افضل الفضائل ان تصل من قطعک و تعطی من حرمک و تصفح عمن شتمک (۱۳۹)

سب سے فضیلت والا عمل یہ ہے کہ تو اس کے تعلق جوڑ جو تجھ سے قطع کرے، اور
اس کو تو عطا کر جو تجھے محروم کرے، اور اس سے درگزر کر جو تجھے گالی دے۔

ج: ایک دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ منقول ہیں۔

توبا توباً لربنا اوباً لا یغادر علینا حوباً (۱۴۰)

ہم توبہ کرتے ہیں، اور اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ ہمیں
اچانک آپڑنے والے وبال سے بچا۔

سجع:

سجع قافیہ بندی کو کہتے ہیں، یعنی ایسی عبارت جس میں قافیے کا اہتمام کیا جائے، اس کی مثالیں
بھی کلام نبوی میں بہ کثرت ملتی ہیں، چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

الف: ایک روایت میں آتا ہے۔

الرفیق قبل الطریق (۱۴۱)

ب: ایک اور روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دعا کے الفاظ اس طرح مروی ہیں:

اعوذ باللہ من جھد البلاء و درک الشقاء وسوء القضاء
وشماتة الاعداء (۱۴۲)

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، مصائب سے، بدبختی سے، اور برے فیصلے اور دشمنوں
کی سازشوں سے۔

ج: اور ایک روایت میں آتا ہے آپ ❐ نے فرمایا:

السلام قبل الکلام، الرضاع یغیر الطباع (۱۴۳)

د: اور ایک روایت میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے یہ دعائیہ کلمات منقول ہیں۔

رب اعط نفسی تقواھا و زکھا انت خیر من زکاھا، انت
ولیھا و مولاھا (۱۴۴)

اے میرے رب، میرے نفس کو تقوے سے آراستہ فرمایا اور اس کو پاکیزہ بنا
دے، تو ہی سب سے اچھا پاکیزہ بنانے والا ہے، تو ہی اس کا ولی و مالک ہے۔

تجنیس لفظی :

صنائع لفظیہ میں ایک معروف صنعت تجنیس ہے، اس کی بہت سی اقسام ہیں، جو احادیث میں بھی پائی جاتی ہے، چند کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ تجنیس تماثل :

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک جملے میں دو یا زائد ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جو ایک ہی اصل سے تعلق رکھتے ہوں، اسے اشتقاق بھی کہتے ہیں، چند مثالیں دیکھئے۔

الف:من خاف الله خوف الله منه كل شيء، ومن لم يخف الله خوفه الله من كل شيء (۱۴۵)

جو اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس سے ہر چیز کا خوف دور کر دے گا، اور جو اللہ کا خوف نہیں رکھے گا، اللہ اس کے دل میں ہر چیز کا خوف ڈال دے گا۔

ب:اللهم حا سبني حساباً يسيراً (۱۴۶)

اے اللہ میرا حساب آسان فرما

ج: رجل تصدق بصدقة بيمينه فاخفاها عن شماله (۱۴۷)

جب ایک شخص کسی کو داہنے ہاتھ سے صدقہ دیتا ہے تو اس کو اپنے بائیں ہاتھ سے بھی پوشیدہ رکھتا ہے۔

د:انصر اخاک ظالما او مظلوماً (۱۴۸)

اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو (اسے ظلم سے روکو) یا مظلوم۔

ھ:اللهم اهلله علينا باليمن والايمان والسلامة والاسلام ربي و ربک الله (۱۴۹)

اے اللہ، اس چاند کو امن، ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ ہم پر نکال (اے چاند) میرا اور تیرا رب (ایک ہی) اللہ تعالیٰ ہے۔

۲۔ تجنیس تصحیف:

اس صفت میں دو الفاظ ایک جیسے استعمال ہوتے ہیں، ان میں فرق صرف نقطوں کا ہوتا ہے، احادیث میں یہ صفت بھی ملتی ہے، چند مثالیں دیکھئے۔

الف: **ولا تحسسوا ولا تجسسوا** (۱۵۰)

ب: **اذهب الباس رب الناس** (۱۵۱)

تکلیف دور فرما اے لوگوں کے پروردگار۔

۳۔ تجنیس تصریف:

اس تجنیس میں دو حروف قریب المخرج ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے عبارت میں حسن پیدا ہو جاتا ہے، احادیث میں اس کی بھی کئی مثالیں ملتی ہیں۔

الف: **اللهم انی اسئلک من الخیر کله عاجله و آجله** (۱۵۲)

اے اللہ میں تجھ سے ہر طرح کی بھلائی مانگتا ہوں، فوری بھی اور دیر سے ملنے والی بھی۔

ب: **والذی نفس محمد بیده ما امتلأت دار حبرة الا امتلأت عبرة** (۱۵۳)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی گھر خوشی سے نہیں بھرتا، مگر بالآخر وہ آنسوؤں سے بھرے گا۔

ج: **اللهم بک احاول و بک اصاول و بک اقاتل** (۱۵۴)

۴۔ تجنیس تحریف:

تجنیس تحریف یہ ہے کہ دو الفاظ شکل کے اعتبار سے تو ایک جیسے ہوں، مگر ان کے معنی میں کوئی مناسبت نہ ہو، احادیث میں اس کی بھی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

الف: **اللهم حسنت خلقی فحسن خلقی** (۱۵۵)

اے اللہ! تو نے میری شکل صورت جیسے اچھی بنائی ہے ایسے ہی میرے اخلاق

بھی اچھے کر دے۔

ب:فلوا نفق احدکم مثل احد ذهباً مابلغ مد احدهم ولا نصيفه (۱۵۶)

تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی رہ میں خرچ کرے تو بھی وہ صحابہ کے ایک مد (تقریباً تین پاؤ) کے ثواب کے برابر نہیں پہنچ سکتا، نہ اس کے نصف کے۔

۵۔تجنیس التبدیل:

تجنیس التبدیل میں دو لفظوں کے شروع، درمیان یا آخر میں کسی حرف کی کمی یا زیادتی ہوتی ہے مثال دیکھئے۔

دعائے استسقاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللهم اسقنا غيثا مغيثا مرينا مريعا (۱۵۷)

۶۔تجنیس مزاوجہ:

اس میں الفاظ کے جوڑے استعمال کئے جاتے ہیں، مثالیں دیکھئے۔

الف:دع مایریبک الی مالایر یبک (۱۵۸)

اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک وشبہ میں مبتلا کرے، اس چیز کی خاطر جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔

ب:من لا يرحم لا يرحم (۱۵۹)

جو کسی پر رحم نہ کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

ج:فاتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار (۱۶۰)

سو تم سواد اعظم کی اتباع کرو، کیوں کہ جس نے اسے چھوڑا وہ آگ میں جا گرا۔

د:ان الشطان ذئب ابن آدم کذئب الغنم (۱۶۱)

بلاشبہ شیطان ابن آدم کے لئے ایسے ہی بھیڑیا ہے جیسے بھیڑیا بکریوں کے

لئے۔

ھ:الغنی غنی النفس (۱۶۲)

اصل غنا تو دل کا غنا ہے۔

صنعتِ طباق:

محاسن کلام میں سے ایک صنعت طباق ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ کلام میں ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں، جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہوں، یہ صنعت احادیث میں بہ کثرت استعمال کی گئی ہے، چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

کونوا من ابناء الآخرۃ ولا تکونوا من ابناء الدنیا (۱۶۳)

آخرت کے بندے بن کر رہو، دنیا کے بندے بن کر نہیں۔

اغتنم خمساً قبل خمس، شبابک قبل ھرمک، و صحتک قبل سقمک، وغناءک قبل فقرک، و فراغک قبل شغلک و حیاتک قبل موتک (۱۶۴)

تم پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت سمجھو، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو ناداری سے پہلے، فراغت کو مصروفیت سے پہلے، اور زندگی کو موت سے پہلے۔

ان اللہ لاینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم (۱۶۵)

بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

د:من تواضع للہ رفعہ اللہ ومن تکبر وضعہ اللہ (۱۶۶)

جس نے اللہ کے لئے عاجزی اختیار کی اللہ اسے بلند کردیتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ اسے پست کردیتا ہے۔

ھ: بشروا ولا تنفروا و یسروا ولا تعسروا (۱۶۷)

لوگوں کو خوشخبری دو انہیں متنفر نہ کرو اور آسانیاں کرو، تنگیاں نہ کرو۔

و: الدنیا سجن المومن وجنة الکافر (۱۶۸)

دنیا مومن کے لئے قیدخانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

صنعتِ اقلاب:

اس صنعت میں ایک لفظ کے حروف کو الٹ کر اور اس کے حروف کی ترتیب بدل کر دوسرا لفظ بنا دیا جاتا ہے، اس کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک قلب کل، جس میں تمام حروف کو ترتیب سے بدل دیا جائے جیسے برق سے قرب، نوع سے عون اور دوسری قسم ہے مقلوب بعض، اس میں حروف کی ترتیب ملحوظ نہیں ہوتی، جیسے علم سے عمل، محروم سے مرحوم، کلام سے کمال وغیرہ، کلامِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ دونوں مثالیں موجود ہیں، مثال کے طور پر مقلوب بعض کی مثالیں دیکھئے۔

الف: اللھم استر عوراتنا و آمن روعاتنا (۱۶۹)

اے اللہ ہماری پردہ پوشی فرما اور ہماری گھبراہٹ کو اطمینان سے بدل دے۔

ب: اللہ اعلم بما کانوا عاملین (۱۷۰)

اللہ زیادہ جانتا ہے کہ وہ (بچے جو بچپن میں وفات پا گئے بڑے ہو کر) کیسے کام کرتے؟

ج: مامن نبی الا قد اعطی من الآیات ما مثلہ آمن علیہ البشر وانما کان الذی اوتیت وحیا اوحاہ اللہ الی (۱۷۱)

ہر پیغمبر کو ایسی نشانیاں دی گئیں، جس پر لوگ ان سے پہلے ایمان لا چکے تھے، مگر مجھ جو کچھ دیا گیا وہ وحی ہے، جو اللہ نے میری طرف بھیجی ہے۔

صنعتِ تکرار:

کبھی کلام میں الفاظ کی تکرار سے بھی زور اور حسن پیدا کیا جاتا ہے، یہ صفت بھی احادیث میں بہ کثرت نظر آتی ہے، چند مثالیں دیکھئے۔

الف: ایک دعا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

اللهم انی اعوذ بک من شر سمعی، ومن شر بصری ومن شر لسانی ومن شر قلبی ومن شر منی (۱۷۲)

اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اپنے کانوں کی برائی سے، اور اپنی نگاہوں کی برائی سے، اور اپنی زبان کی برائی سے اور اپنے دل کی برائی سے اور اپنی شرمگاہ کی برائی سے۔

ب: اللھم اجعل فی قلبی نوراً و اجعل فی لسانی نورا واجعل فی سمعی نوراً وجعل فی بصری نوراً (۱۷۳)

ج: اللھم انی اسئلک خیرھا و خیر ما فیھا و خیر ما ارسلت بہ، و اعوذبک من شرھا و شرما فیھا وشرما ارسلت بہ(۱۷۴)

اے اللہ میں تجھ سے اس ہوا کی خیر و برکت کا سوال کرتا ہوں اور اس ہوا میں جو کچھ پوشیدہ ہے اس کی اور جس کے ساتھ وہ بھیجی جا رہی ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں، اور اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اس ہوا کے شر سے اور جو کچھ اس میں پوشیدہ ہے اس کے شر سے اور جس کے ساتھ بھیجی جا رہی ہے اس کے شر سے۔

ان کے علاوہ احادیث میں تشبیہات، استعارے اور تمثیلات بھی بیان ہوئی ہیں، ذیل میں ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

تشبیہات:

الف: لو توکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر (۱۷۵)

اگر تم اللہ پر اسی طرح توکل کرتے رہے جیسا کہ اس کا حق ہے، تو تمہیں وہ اسی طرح رزق دے گا جیسا کہ وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے۔

ب: کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل (۱۷۶)

دنیا میں اس طرح رہو جیسے تم پردیسی ہو یا راہ چلتے مسافر۔

ج:علم لا ینتفع به ککنز لا ینفق منه (۱۷۷)

وہ علم جس سے نفع نہ اٹھایا جائے اس خزانے کی مانند ہے، جسے خرچ نہ کیا جائے۔

د:اصحابی کالنجوم فبأیهم اقتدیتم اهتدیتم (۱۷۸)

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں،تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایات پا جاؤ گے۔

استعارات:

اب کلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں استعمال ہونے والے چند استعارے ملاحظہ کیجئے:

الف:ایاکم و خضراء الدمن (۱۷۹)

تم کوڑے کے سبزے سے بچو (خوبصورت مگر بدسیرت عورت سے کنایہ)

ب:اسرعکن لحاقا بی اطولکن یداً (۱۸۰)

تم میں سے میرے ساتھ جلد ملنے والی وہ ہے جس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں۔(یہ آپ □ نے ازواج مطہرات سے فرمایا تھا،اور لمبے ہاتھ سے مراد سخاوت تھی)

ج:الید العلیا خیر من الید السفلی (۱۸۱)

اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔(دینے والا ہاتھ اوپر اور لینے والا نیچے ہوتا ہے)۔

د:رویدک رفقاً بالقواریر (۱۸۲)

آہستہ چلو، جیسے آبگینوں کو لے کر چلتے ہیں (احتیاط کے ساتھ، یہاں آبگینوں سے مراد خواتین ہیں)

ھ: حبک الشی یعمی و یصم (۱۸۳)

کسی چیز کی محبت تجھے (اے انسان) اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔

Alsera

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سید احمد الہاشمی/ جواہر البلاغہ/ بیروت، دار الکتب العلمیہ/ ص۲۸

۲۔ ایضاً/ ص۲۹

۳۔ ایضاً/ ۳۱

۴۔ جاحظ، ابوعثمان عمرو بن بحر بن محبوب، (م۲۵۵ھ)/ البیان والتبیین/ بیروت، دار و المکتبۃ الہلال، ۱۹۹۲ء/ ج۱، ص۱۱۲

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً/ ج۱، ص۱۰۷

۷۔ ایضاً/ ج۱، ص۹۱

۸۔ ایضاً

۹۔ ایضاً

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ جاحظ/ ج۱، ص۹۸

۱۲۔ ڈاکٹر توفیق الواعی/ الخطابۃ واعداد الخطیب/ دار الیقین، مصر ۱۹۹۹ء/ ص ۳۱۵

۱۳۔ القرآن سورۃ قصص، آیت ۳۴

۱۴۔ جواہر البلاغہ/ ص۵

☆ ابن سنان الخفاجی، عبداللہ بن محمد (م۴۶۶ھ)/ سر الفصاحۃ/ قاہرہ، مصر، مکتبہ محمد علی صبیح و اولادہ، ۱۹۶۹ء/ ص۴۹

۱۵۔ جواہر البلاغہ/ ص۶

۱۶۔ ایضاً/ ص۷

۱۷۔ ایضاً/ ص۱۸

۱۸۔ ایضاً/ ص۲۷

۱۹۔ سر الفصاحۃ/ ص۴۹

۲۰۔ ڈاکٹر بدوی طبانہ/ البیان العربی/ قاہرہ، مکتبہ الانجلو مصریہ، ۱۹۷۶ء/ ص۱۹۱

۲۱۔ ڈاکٹر شیخ امین بکری/ البلاغۃ العربیۃ فی ثوبہا الجدید/ بیروت، دار العلوم للملایین، ۱۹۷۹ء/ ج۱، ص۲۸

۲۲۔ مازن المبارک/ الموجز فی تاریخ البلاغۃ/ بیروت، دار الفکر، ۱۹۷۹ء/ ص۴۰

۲۳۔ سر الفصاحۃ/ ص۴۹

۲۴۔ قاضی عیاض/ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ/ قاہرہ، مصطفیٰ بابی الحلبی ۱۹۵۰ء/ ج۱، ص۴۴

۲۵۔ القرآن، سورۂ مائدہ، آیت ۶۷
۲۶۔ القرآن، سورۂ نساء، آیت ۶۳
۲۷۔ البیان والتبیین/ ج۲، ص۱۸
۲۸۔ القرآن، بقرہ، آیت ۲۲
۲۹۔ القرآن، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۸
۳۰۔ القرآن، سورۂ نجم، آیت ۳،۴
۳۱۔ البیان والتبیین/ ج۲، ص۱۸
۳۲۔ حمزہ بن یوسف، ابوالقاسم جرجانی (م۳۴۵ھ)/ تاریخ جرجان/ بیروت، عالم الکتب ۱۹۸۱ء/ ص۱۸۷، رقم ۲۵۵
۳۳۔ شوقی ضیف/ تاریخ الادب العربی/ مصر ۱۹۶۳ء/ ج۱، ص۳۴۔ ☆عجلونی/ کشف الخفا/ بیروت، مکتبہ دارالتراث/ ج۱، ص۲۷
۳۴۔ ابن الجوزی/ الوفا باحوال المصطفیٰ/ ج۲، ص۴۵۶
۳۵۔ الشفاء/ ج۱، ص۴۷
۳۶۔ بکری امین/ ادب الحدیث النبوی/ قاہرہ، مصر، ۱۹۷۵ء/ ص۱۷۱
۳۷۔ البیان والتبیین/ ج۲، ص۱۴
۳۸۔ ایضاً/ ج۳، ص۱۲۵
۳۹۔ قاضی عیاض/ ج۱، ص۴۴
۴۰۔ طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب ابوالقاسم (م۳۶۰ھ)/ المعجم الکبیر/ موصل، مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۹۸۳ء/ المعجم الکبیر/ ج۶، ص۳۵
۴۱۔ ایضاً
۴۲۔ قاضی عیاض/ الشفاء/ ج۱، ص۴۷
۴۳۔ ابن الجوزی/ الوفا باحوال المصطفیٰ/ ج۲، ص۴۵۶
☆ ابن الجوزی/ صفوۃ الصفوۃ/ بیروت، دارالمعرفۃ ۱۹۷۹ء/ ج۱، ص۲۰۲
۴۴۔ الوفا/ ایضاً
۴۵۔ ایضاً
۴۶۔ البیان/ ج۲، ص۱۸۰
۴۷۔ ایضاً/ ج۱، ص۱۱۲
۴۸۔ ابن حبان/ ج۷، ص۳۱، رقم ۲۷۹۱۔ ابویعلی/ ج۳، ص۲۰۶، رقم ۱۶۴۲
۴۹۔ خالد علوی/ انسان کامل/ لاہور، الفیصل، ۲۰۰۱ء/ ص۱۳۲

۵۰۔ ترمذی/ ج۴،ص۳۸۸،رقم ۲۸۶۲ ☆ ابوداؤد/ ج۴،ص۳۳۰،رقم۵۰۰۵
۵۱۔ تفسیر قرطبی/ ج۱۲،ص۲۸۱
۵۲۔ فیض القدیر/ ج۳،ص۳۷۸ ☆ کشف الخفاء/ ج۱،ص۲۲۶
۵۳۔ ترمذی/ رقم ج۳،ص۴۰۹،رقم ۳۰۲۵۔
۵۴۔ ابن اثیر،مجد الدین ابوالسعادات بن محمد الجزری،(م۶۰۶ء)/ النہایہ/قم، ایران،موسسہ اسماعیلیان/ ج۱،ص۴۰۹ وج۲،ص۴۵۳
۵۵۔ دارمی/ ج۱،ص۴۴۰،رقم ۱۵۵۶
۵۶۔ ترمذی/ ج۴،ص۲۸۰،رقم ۲۶۲۵
۵۷۔ عباس محمود عقاد/عبقریۃ محمد □ /ص۷۱
۵۸۔ مثلاً احمد فتحی زغلول پاشانے ڈاکٹر گستاؤلیبان کی فرانسیسی میں لکھی ہوئی کتاب کا عربی میں جوامع الکلم کے نام سے ترجمہ کیا، دیکھئے:شرف الدین اصلاحی/حضور □ کے جوامع الکلم/مشمولہ نقوش رسول نمبر/ مدیر محمد طفیل/ لاہور ادارۂ فروغ اردو،۱۹۸۵ء/ ج۸،ص ص۵۴۰
۵۹۔ البیان والتبیین/ ج۲،ص۲۷
۶۰۔ محمد عطیہ الابراشی/عظمۃ الرسول/ص۲۷۷
۶۱۔ امام غزالی، ابوحامد محمد بن محمد(م۵۰۵ھ)/ احیاء علوم الدین/مصر،مصطفیٰ البابی الحلبی،۱۹۳۹ء/ ج۲،ص ۳۶۴
۶۲۔ خفاجی، احمد شہاب الدین/نسیم الریاض فی شرح الشفا للقاضی عیاض/ ملتان، ادارۂ تالیفات اشرفیہ/ ج۱،ص۴۰۸
۶۳۔ ابن حبان/ ج۱۴،ص۳۱۱،رقم ۶۴۰۱۔ ☆مسلم/ ج۱،ص۳۰۳،رقم ۵۲۳۔ ☆ترمذی/ ج۳،ص۱۹۷،رقم ۱۵۵۹
۶۴۔ بخاری/ ج۶،ص۲۵۷۳،رقم ۶۶۱۱
۶۵۔ الدارقطنی/ ج۴،ص۱۴۴
۶۶۔ ابن حبان/ ج۱۴،ص۱۹۷،رقم ۶۳۷۵۔ اورسنن الکبریٰ بیہقی میں اوتی کی جگہ اعطی ہے دیکھئے/ ج۸، ص۲۹۱،رقم ۱۷۱۴۰۔ نیز عبدالرزاق کے ہاں **اعطیت جوامع الکلم و فواتحه** ہے،ملاحظہ کیجئے: ج۶،ص۱۱۳،رقم ۱۰۱۶۳۔ اور ابن ابی شیبہ کے ہاں **اوتیت جوامع الکلم و فواتحه و خواتمه** کے الفاظ ہیں۔ ابن ابی شیبہ،ابوبکر عبداللہ بن محمد(م۲۳۵ھ)/ المصنف/ ریاض،مکتبۃ الریاض،۱۴۰۹ھ/ ج۶،ص۳۱۷،رقم ۳۱۷۳۵۔
۶۷۔ عباس محمود العقاد/عبقریۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم/ بیروت المکتبہ العصریہ،۲۰۰۰ء/ص۷۸
۶۸۔ قاضی عیاض/ الشفاء/ ج۱،ص۱۷۳

۶۹۔ مصطفیٰ الصادق الرافعی/ اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ/ بیروت، الکتاب العربی، ۱۹۹۰ء/ ص ۳۰۰

۷۰۔ ترمذی/ ج ۳، ص ۳۰۱، رقم ۳۰۰۴ ۔ ☆ ابن ابی شیبہ/ ج ۷، ص ۲۶۰، رقم ۳۵۸۷۶

۷۱۔ دیلمی/ الفردوس/ ج ۴، ص ۳۵۰، رقم ۷۰۱۳ ۔ ☆ کشف الخفاء/ ج ۲، ص ۳۳۳، رقم ۲۸۸۶

۷۲۔ مسند شہاب/ ج ۱، ص ۳۳۸، رقم ۵۸۱ ۔ ☆ شعب الایمان/ ج ۴، ص ۲۴۱، رقم ۴۹۳۲

۷۳۔ بیہقی کبریٰ/ ج ۳، ص ۲۷۳، رقم ۵۸۹۷

۷۴۔ القاضی عیاض فی الشفا/ ج ۱، ص ۱۸۵

۷۵۔ جامع معمر بن راشد/ الجامع/ ج ۱، ص ۱۱۹، رقم ۲۰۰۷۶ ۔ ☆ معجم الکبیر/ ج ۳، ص ۱۷۴

۷۶۔ بخاری/ ج ۲، ص ۸۶۴، رقم ۲۳۱۵

۷۷۔ ابوداؤد/ ج ۲، ص ۳۳۹، رقم ۳۳۸۷ ۔ ☆ احمد/ ج ۲، ص ۳۶۶، رقم ۲۵۸۸

۷۸۔ مسند شہاب/ ج ۲، ص ۷۳، رقم ۹۰۶ ۔ ☆ حلبی/ ج ۳، ص ۳۳۹ ۔ ☆ تاریخ طبری/ ج ۳، ص ۲۰۹

۷۹۔ بخاری/ ج ۵، ص ۲۲۷۱، رقم ۵۷۸۲ ۔ ☆ ابن ماجہ/ ج ۴، ص ۶۱۸، رقم ۳۹۸۲

۸۰۔ المعجم الکبیر/ ج ۱۰، ص ۱۰۸

۸۱۔ مسلم/ ج ۴، ص ۲۰۲، رقم ۲۶۳۰ ۔ ☆ بخاری/ ج ۵، ص ۲۳۸۳، رقم ۵۸۱۶ ۔

۸۲۔ ابن ماجہ/ ج ۴، ص ۵۳۰، رقم ۳۷۳۵ ۔ ☆ ابوداؤد/ رقم ۵۱۳۸ ۔ ☆ ترمذی/ ج ۴، ص ۳۷۵، رقم ۲۸۳۱ ۔

۸۳۔ مسند شہاب/ ج ۲، ص ۱۳۵، رقم ۱۹۵، ☆ صفوۃ الصفوۃ/ ج ۱، ص ۲۰۴ ۔ ☆ کشف الخفاء/ ج ۲، ص ۴۳۳

۸۴۔ البیان والتبیین/ ج ۲، ص ۱۵

۸۵۔ ابن حبان/ ج ۲، ص ۳۷۷، رقم ۶۱۲ ۔ ابن ماجہ/ ج ۴، ص ۱۷، رقم ۴۲۵۲

۸۶۔ جاحظ/ البیان والتبیین/ ج ۲، ص ۱۵

۸۷۔ ایضاً/ ص ۱۲،

۸۸۔ ابن حبان/ ج ۱۵، ص ۵۳۴، رقم ۷۰۴۹ ۔ ☆ حمیدی/ ج ۱، ص ۲۱۸، رقم ۴۵۹

۸۹۔ مسند شہاب/ ج ۲، ص ۴۶، ۸۵۵ ۔ ☆ تاریخ بغداد/ ج ۱۳، ص ۹۹

۹۰۔ حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، النیساپوری/ المستدرک/ بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۰ء/ ج ۲، ص ۳۹۷، رقم ۳۳۸۶ ۔ ☆ البدایہ/ ج ۸، رقم ۱۷۶

۹۱۔ حلبی/ ج ۲، ص ۷۴۹

۹۲۔ البیان والتبیین/ ج ۲، ص ۱۲

☆ ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ) الوفا باحوال المصطفیٰ/ فیصل آباد مکتبہ نوریہ رضویہ ۱۹۷۷ء/ ج ۲، ص ۴۵۶

۹۳۔ القرآن، سورۂ ہود ۱۰۴

۹۴۔ القرآن، سورۂ اسراء، آیت ۱۱۰

۹۵۔ القرآن، سورۂ نحل، آیت ۳۰

۹۶۔ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری (م۲۳۴ھ)/ الطبقات الکبری/ بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء/ ج۱،ص۲۰۲

۹۷۔ الوثائق السیاسیہ/ص۲۲۷

۹۸۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابرہیم (م۱۸۲ھ)/ کتاب الخراج/ بیروت، دار المعرفۃ/ص۱۳۱

☆۔ الوثائق السیاسیہ/ص۱۴۸، رقم الوثیقہ۵۹

۹۹۔ الوثائق السیاسیہ/ص۲۲۱، رقم الوثیقہ۱۰۹

۱۰۰۔ المنتخب من کتاب ازواج النبی □ /ص۵۶☆الوثائق السیاسیہ/ص۱۳۵، رقم الوثیقہ۴۹

۱۰۱۔ مسلم/ ج۳، ص۱۸۳، رقم ۱۷۷۳۔☆بخاری/ ج۱، ص۹، رقم ۷۔

۱۰۲۔ حاکم/ المستدرک/ ج۳، ص۳۰۶، رقم ۵۱۹۳۔ المعجم الکبیر/ ج۲۰، ص۱۵۵۔ ہیثمی، نورالدین علی بن ابو بکر (م۸۰۷ھ)/ مجمع الزوائد/ بیروت، دارالفکر۱۹۹۲ء/ ج۳، ص۸۱، رقم ۳۹۵۶

۱۰۳۔ ابن ہشام/ السیرۃ النبویہ/ ج۴، ص۲۱۷

۱۰۴۔ ڈاکٹر خورشید رضوی/ مکاتیب نبوی کا ادبی پہلو/ مشمولہ سہ ماہی فکر ونظر، سیرت نمبر/ مدیر، ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن/ ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد/ جولائی، دسمبر۱۹۹۲ء/ ص۶۴

۱۰۵۔ مکتوب بنام کسریٰ تاریخ طبری/ ج۲، ص۱۳۲

۱۰۶۔ ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر۹

۱۰۷۔ حلبی/ ج۳، ص۲۹۳۔ الوثائق السیاسیہ/ ص۹۹، رقم الوثیقہ۲۱۔ زرقانی/ ج۳، ص۳۴۳

۱۰۸۔ الطبقات/ ج/ ص۲۱

۱۰۹۔ تاریخ طبری/ ج۲، ص۱۳۲

۱۱۰۔ ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر۸ و۹

۱۱۱۔ الطبقات/ ج۱، ص۲۰۹

۱۱۲۔ البیان والتبیین/ ج۲، ص۱۹۔ طبقات/ ج۱، ص۲۱۹

۱۱۳۔ الوثائق السیاسیہ/ ص۲۹۷، رقم الوثیقہ۱۹۲۔

☆ خفاجی، احمد شہاب الدین/ نسیم الریاض فی شرح الشفا للقاضی عیاض/ ملتان، ادارۂ تالیفات اشرفیہ/ ج، ص۳۸۹

۱۱۴۔ حضرت معاذ ابن جبل کے نام آپ □ کا یہ مکتوب متعدد کتب میں مروی ہے بعض حوالے حوالہ نمبر۱۰ پر بیان ہو چکے ہیں، لیکن یہاں پر یہ عبارت احمد زکی صفوت/ جمہرۃ رسائل العرب/ بیروت، المکتبہ العلمیہ، ۱۹۳۷ء/ ج، ص۶۶ سے نقل کی گئی ہے کہ اس کا متن زیادہ مفصل ہے۔

۱۱۵۔ القرآن، سورۂ بقرہ، آیت ۳۷

۱۱۶۔ القرآن، سورۂ اعراف، آیت ۲۳

۱۱۷۔ مفتی محمد شفیع/ معارف القرآن/ ادارۂ معارف، کراچی/ ج۱، ص۱۹۹
۱۱۸۔ الطحاوی الدکتور محمد السید/ الدعاء/ القاہرہ، الامانۃ العامۃ نشر الثقافۃ الاسلامیۃ، ۱۹۷۶ء/ ص۱
۱۱۹۔ ترمذی/ ج۵، ص۴۴۳، رقم ۳۴۸۲
۱۲۰۔ المعجم الکبیر/ ج۱۰، ص۲۸۳ ☆ ابن خزیمہ/ ج۲، ص۱۶۶، رقم ۱۱۱۹
۱۲۱۔ حاکم/ ج۱، ص۶۹۰، رقم ۱۸۷۹ ۔ ☆ ترمذی/ ج۵، ص۳۴۳، رقم ۳۶۱۰،
۱۲۲۔ ترمذی/ ج۵، ص۳۳۹، رقم ۳۵۹۸
۱۲۳۔ ترمذی/ ج۵، ص۳۰۶، رقم ۳۵۴۳۔
۱۲۴۔ مسلم/ ج۱، ص۳۴۰، رقم ۵۹۸
۱۲۵۔ ایضاً
۱۲۶۔ ابوداود/ ج۱، ص۵۶۳، رقم ۱۵۲۲
۱۲۷۔ ترمذی/ ج۵، ص۴۵۲، رقم ۳۳۰۲، ☆ ابوداؤد/ ج۴، ص۳۵۰، رقم ۵۰۶۸
۱۲۸۔ ترمذی/ ج۵، ص۴۶۳، رقم ۳۴۲۸، ☆ ابوداود/ ج۴، ص۳۴۴، رقم ۵۰۴۹
۱۲۹۔ مصنف عبدالرزاق/ ج۵، ص۱۵۸، رقم ۹۴۳۰
۱۳۰۔ ابن ماجہ/ ج۳، ص۲۳۰، رقم ۳۸۲۶
۱۳۱۔ ابوداود/ ج۴، ص۳، رقم ۴۰۲۰
۱۳۲۔ احمد/ ج۲، ص۲۱۵، رقم ۵۵۸۸
۱۳۳۔ ابوداود/ ۲، ص۲۰۸، رقم ۲۱۳۰
۱۳۴۔ مشکوٰۃ فی الصلاۃ، باب فی الریاح
۱۳۵۔ نووی/ الاذکار/ ص۲۸۵
۱۳۶۔ الاذکار/ ص۱۴۳
۱۳۷۔ اس مضمون کی تیاری میں حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے دو مضامین سے بہت مدد لی گئی، ا۔ قرآن اور حدیث میں صنائع بدائع/ مشمولہ تنقید و تحقیق/ ترتیب ڈاکٹر اسلم فرخی/ کراچی، شہرزاد ۲۰۰۱ء/ ص۱۶۹ تا ۱۷۳، اور زبان و ادب پر اسلام کے احسانات/ مشمولہ باقیات/ ترتیب، حافظ منیر احمد خاں/ حیدرآباد المصطفیٰ پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء/ ص۱۳۰ تا ۱۳۲
۱۳۸۔ بخاری/ ج۵، ص۲۳۵۴، رقم ۶۰۴۳ ☆ مسلم/ ج۴، ص۲۳۳۲، رقم ۲۶۹۳
۱۳۹۔ طبرانی/ المعجم الکبیر/ ج۲۰، ص۱۸۸
۱۴۰۔ ابی یعلیٰ/ المسند/ ج۴، ص۱۳۱، رقم ۲۳۵۵ ☆ ابن ابی شیبہ/ المصنف/ ج۶، ص۵۳۵، رقم ۳۳۶۲۷
۱۴۱۔ مجمع الامثال/ ج۱، ص۱۷۲
۱۴۲۔ نووی/ الاذکار/ رقم ۳۶۲

Alsera

۱۴۳۔ مسند شہاب/ ج۱، ص۵۶، رقم ۳۳

۱۴۴۔ احمد/ المسند/ ج۷، ص۳۰۰، رقم ۲۵۲۲۹

۱۴۵۔ مسند شہاب/ ج۱، ص۲۶۵، رقم ۴۲۹

۱۴۶۔ ابن خزیمہ/ الصحیح / ج۲، ص۳۰، رقم ۸۴۹

۱۴۷۔ بیہقی/ شعب الایمان/ ج۱، ص۴۸۷، رقم ۷۹۳

۱۴۸۔ ترمذی/ السنن/ ج۴، ص۱۱۲، رقم ۲۲۶۲ ☆ بخاری/ ج۲، ص۸۶۳، رقم ۲۳۱۱

۱۴۹۔ ترمذی/ ج۵، ص۴۸، رقم ۳۴۶۲

۱۵۰۔ مسلم/ الصحیح / ج۴، ص۲۰۰۱، رقم ۲۵۶۳ ☆ بخاری/ ج۶، ص۲۴۷۴، رقم ۶۳۳۵،

۱۵۱۔ مسلم/ ج۳، ص۱۶۴۴، رقم ۲۱۹۱ ☆ ترمذی/ ج۵، ص۳۳۰، رقم ۳۵۷۶

۱۵۲۔ ابن ماجہ/ ج۲، ص۵۲۹، رقم ۳۸۴۶

۱۵۳۔ ابن مبارک/ کتاب الزہد/ ص۸۹، رقم ۲۶۳ ☆ مسند شہاب/ ج۲، ص۲۱، رقم ۸۰۳

۱۵۴۔ دارمی/ السنن/ ج۲، ص۱۴، ح۲۸۵

۱۵۵۔ ابی یعلی/ ج۹، ص۹، رقم ۵۰۷۵ ☆ ابن حبان/ ج۳، ص۲۳۹، رقم ۹۵۹

۱۵۶۔ ابوداؤد/ ج۴، ص۲۲۱، رقم ۴۶۵۸،

۱۵۷۔ ابن ابی شیبہ/ ج۲، ص۳۲۴، رقم ۳۱۷۷ ☆ ابوداؤد طیالسی/ المسند/ ج۱، ص۱۶۶، رقم ۱۱۹۹،

۱۵۸۔ ابن خزیمہ/ ج۴، ص۵۹، رقم ۲۳۳۸ ☆ حاکم المستدرک/ ج۱، ص۱۱۹، رقم ۱۲۶

۱۵۹۔ مسلم/ ج۴، ص۲۸، رقم ۲۳۱۸ ☆ بخاری/ ج۵، ص۲۲۳۹، رقم ۵۶۶۷

۱۶۰۔ حاکم/ ج۱، ص۱۹۹، رقم ۳۹۱

۱۶۱۔ عبدالرزاق/ المصنف/ ج۱، ص۵۲۱، رقم ۱۹۹۷

۱۶۲۔ احمد/ ج۲، ص۲۸۲، رقم ۷۷۲۸

۱۶۳۔ حلیۃ الاولیاء/ ج۱، ص۲۶۵

۱۶۴۔ حاکم/ ج۴، ص۳۳۱، رقم ۷۸۴۶ ☆ بیہقی/ شعب الایمان/ ج۷، ص۲۶۳، رقم ۱۰۲۳۸

۱۶۵۔ مسلم/ ج۴، ص۱۷۱، رقم ۲۵۶۴

۱۶۶۔ مسند شہاب/ ج۱، ص۲۱۹، رقم ۳۳۲

۱۶۷۔ مسلم/ ج۳، ص۱۵۸، رقم ۱۷۳۲ ☆ ابوداؤد/ ج۴، ص ص۲۸۰، رقم ۴۸۳۵

۱۶۸۔ مسلم/ ج۴، ص۲۸۰، رقم ۲۹۵۶ ☆ ترمذی/ ج۴، ص۱۴۵، رقم ۲۳۲۴

۱۶۹۔ احمد/ ج۳، ص۲۶۹، رقم ۱۰۶۱۳

۱۷۰۔ نسائی/ السنن الکبری/ ج۱، ص۶۳۳، رقم ۲۰۷۷ ☆ حمیدی/ المسند/ ج۲، ص۴۷۲، رقم ۱۱۱۱

۱۷۱۔ نسائی/ الکبری/ ج۵، ص۳، رقم ۷۹۷۷ ☆ ابی عوانہ/ ج۱، ص۱۰۲، رقم ۳۲۷

۱۷۲۔ ابوداؤد/ ج۱،ص۲۹۷، رقم ۱۵۵۱

۱۷۳۔ بخاری/ ج۵،ص۲۳۲۷، رقم ۵۹۵۷

۱۷۴۔ مسلم/ ج۱،ص۳۱، رقم ۸۹۹

۱۷۵۔ ابن حبان/ ج۲،ص۵۰۹، رقم ۷۳۰☆ حاکم/ ج۴،ص۳۵۴، رقم ۷۸۹۴

۱۷۶۔ ابن حبان/ ج۲،ص۷۴، رقم ۶۹۸☆ ابن ماجہ/ ج۲،ص۶۷۳، رقم ۲۱۱۴، رقم ۲۱۱۴

۱۷۷۔ مسند شہاب/ ج۱،ص۱۸۰، رقم ۲۶۳

۱۷۸۔ کشف الخفاء/ ج۱،ص۱۴۷

۱۷۹۔ مسند شہاب/ ج۲،ص۹۶، رقم ۹۵۷ ☆ ابوالحسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد (م۵۷۶)/ امثال الحدیث/ بیروت، موسسۃ الکتب الثقافیہ، ۱۴۰۹ھ/ ص۱۲۱، رقم ۸۴

۱۸۰۔ مسلم/ رقم ۲۴۵۲

۱۸۱۔ مسلم/ ج۲،ص۱۰۴، رقم ۱۰۳۲☆ بخاری/ ج۲،ص۵۱۸، رقم ۱۳۶۱

۱۸۲۔ حلبی/ ج۲،ص۴۲۹

۱۸۳۔ ابوداؤد/ ج۴،ص۲۷۰، رقم ۵۱۳۰

احسن البیان فی تفسیر القرآن

پارہ عم

سید فضل الرحمٰن

درسی خصوصیات اور نصابی تقاضوں کے عین مطابق

صفحات: ۲۸۴ قیمت: ۱۸۰/روپے

فرہنگ سیرت

حافظ سید فضل الرحمن

اپنے موضوع پر ایک منفرد، جامع اور نئی پیشکش

صفحات: ۳۲۸ قیمت: ۱۵۰/روپے

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر۴، کراچی۔ فون: ۶۶۸۴۷۹۰